يعلمهم الكتاب والحكمة
شعر گوئی نہ سمجھنا کہ میرا کام ہے یہ
قالب شعر میں آسی فقط الہام ہے یہ
سخن کی جان الہامی بیان کلام تلمیذ رحمن محبوب یزدان قطب العارفین غوث العالمین
حضرت شیخ محمد عبد العلیم آسی رشیدی رضی اللہ عنہ وعنا بہ
عین المعارف
جسکو
تاج مشایخ طریقت جناب شید شاہد علی صاحب رشیدی سجادہ نشین حضرت مصنف نے مرتب کیا
بندہ احقر محمد اظہر
مہر گورکھپور نے
سلیمانی پریس بنارس میں چھپا کر شایع کیا
قیمت فی مجلد
سنہ ۱۹۱۷ع
۱۰۰۰ جلد

یعلمهم الکتاب و الحکمه

شعر گوئی نہ سمجھنا کہ میرا کام ہے یہ ❊ قالب شعر میں آسی فقط الہام ہے یہ

سخن کی جان الہامی بیان کلام تلمیذ رحمٰن محبوب یزدان قطب العارفین غوث العالمین

حضرت شیخ محمد عبد العلیم آسی رشیدی رضی اللہ عنہ و عنّا بہ

مسمّی بہ

عین المعارف

جسکو

تاج مشائخ طریقت جناب سید شاہد علی صاحب رشیدی سجادہ نشین حضرت مصنف نے مرتب کیا

اور باجازت جناب موصوف

بندۂ احقر محمد اظہر جنرل مرچنٹ علی نگر شہر گورکھپور نے

سلیمانی پریس محلہ گائگھاٹ شہر بنارس میں

چھپوا کر شایع کیا

ستمبر ۱۹۱۷ء

قیمت فی جلد ۸ ؎ | بار اول ۱۰۰۰ جلد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی انت العلیم الرشید صل وسلم علی حبیبک الوحید وعلیٰ الہٖ
واصحابہ وعشاقہ شہداء وصالہ وفراقہ لاسیما علی مشائخنا
الکرام الواصلین الی اقصی ذروۃ التوحید بسلام۔

سخن آفریں کی ثنا اور ادراک بشر افصح العرب و العجم کی نعت کی ہوا اور عقل
شکستہ پر ہے

حمد اللہ حمد باری کا راز	ہے تاب نظر سوز و پر عقل گداز
نعت احمد ہے ظل نورانی حمد	تمئیز میں حیران ہے عقل ممتاز

کبھی مصنف کا رتبہ کلام سے کبھی کلام کا پایہ مصنف سے اعتبار کیا جاتا ہے اس دیوان کے
مصنف کا رتبہ بلند کلام سے وہی اندازہ کرسکتا ہے جو ہمہ تن عشق اور سراپا عرفان ہو وہی
اس الہامی کلام سے لطف اوٹھا سکتا ہے جسکا احوال رفیعہ کے عرش پر مقام ہو جس میں صفت
کلام کا ظہور اتم ہو ہر محاورۂ اردو داں معنی رس نہیں ہر موزوں طبع عروض سنج حقیقت آشنا
نہیں اگر عرفان میں نقص عشق میں خامی ہے تو ایسے اشعار کی معنی فہمی کا حاصل ناکامی ہے
جو اہل حال نہیں وہ ایک عالیمقام صوفی کا حقیقت سے لبریز کلام کیا سمجھ سکتا ہے معنی کو الفاظ کا وہ

لباس پہنایا گیا ہے کہ لفظ برست اوسی پر شیدا ہیں سخنوران روزگار جو نکات بلاغت میں دسترس اور
نشست الفاظ اور اسلوب کلام پر نظر رکہتے ہیں وہ آپ ہی کے دلدادہ ہیں۔
جب تک آتش عشق سے دل کباب نہوا ایسے پرسوز اشعار کا نکلنا محال ہے جب تک کلیجہ لہو ہوکر آنکہوں
سے بہ نجائے یہ رنگیں نوائی دائرۂ امکان سے باہر ہے سبحان اللہ کس مال ورزبان سے یہ اشعار نکلے
ہیں کہ نفوس میں اونکی یہ تاثیر ہے سچ ہے ؎ درد ہو دل میں تو باتوں میں اثر کیونکر نہو۔
کلام کا پایہ مصنف کی نسبت سے سمجہنے کے لئے ضرور ہے کہ مصنف کے پایہ علم و معرفت سے آگاہی ہو
ہندوستان میں کون ہی جو قطب دائرۂ حقیقت آفتاب سپہر محبوبیت بحر اسرار کونی والٰہی مطلع انوار
نامتناہی شمس العارفین غوث العالمین شیخ العالم حضرت مولانا شیخ محمد عبد العلیم آسی رشیدی قدسنا اللہ تعالیٰ
باسرارہ وجعلنا من المستنیرین بانوارہ سے واقف نہیں۔ البتہ اقطار بعیدہ والے اگر حضرت کی ذات بابرکات
سے ناواقف ہوں تو معذور ہیں کیونکہ ابتک نہ کوئی رسالہ حضرت کے احوال میں ارادتمندونکی طرف سے
اہل عالم کی خدمت میں پیش کیا گیا نہ حضرت کا کلام جسکی شہرت دور دور پہونچی ہے دیوان کی صورت میں ملک
میں شایع ہوا۔
جاننے والے جانتے ہیں کہ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ جن فضائل کے جامع تہے اونمیں شاعری کی فضیلت
نسبتہً پست ہے پہر وہ فضائل جس سے بالاتر ہیں کیا ہونگے اور کس درجہ کے ہونگے۔
یہ قلندر مشرب حضرات بہی عجب حیرت ناک نسبت رکہتے ہیں انکے استتار اور ظہور کے دونوں پلّے برابر رہتے
ہیں اگر ایک پلّے نے جہکنا چاہا دوسرے پلّے نے اپنا ثقل بڑہایا یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ العالم کی سخنوری کے
شیدائیوں نے زندگی ہی میں دیوان کے چہپنے کا بار بار تقاضا کیا مگر زندگی میں شایع ہونا کلام کا منظور نہ تہا ہزار
کوششوں پر بہی کسی نے چہپوادینے کی قدرت نہ پائی۔
۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ روز یکشنبہ کو ایک بجکر بیس منٹ پر اپنے سیرگاہ فضائے لاہوت ہی میں رہنا ہمیشہ
کے لئے پسند فرمایا ؎ اوٹھ گیا کیا آسی روشن ضمیر + آج دنیا کیوں اندھیری ہوگئی۔
فاتحہ سیوم و چہلم میں مریدان باختصاص کا مجمع کثیر تہا ہر طرف سے یہی صدا بلند ہوئی کہ حضرت کا دیوان جلد شایع

ہونا چاہیئے. خازن اسرار حقیقت سالک مسالک طریقت چشم و چراغ دودمان سیادت گلدستۂ ازہار سعادت برگزیدۂ برگزیدگان درگاہ نامبردار خاندان الہ و سادہ آرائے خانقاہ رشیدی خلیفہ ارشد و سجادہ نشین حضرت مولانا آسی روح اللہ روحہ جناب شہود الحق رشید الدین سید شاہ شاہد علی حسنی سبز پوش رشیدی کی خدمت بابرکت میں غزلوں کی جمع و ترتیب کے لئے التماس کیا گیا ممدوح بعد استخارہ و اجازت روحانی اس کام میں سرگرم ہوئے ابتدا میں یہ کام سہل معلوم ہوا مگر اس وادی میں قدم رکھنے پر بہت مشکلوں کا سامنا پڑا۔

(۱) جو نسخہ کہ خانقاہ میں موجود تھا وہ بہت ناکمل حالت میں پایا گیا بیشتر غزلیں دوسروں کے پاس پائی گئیں جو دیوان میں موجود نہیں۔

(۲) جو غزلیں دیوان میں موجود ہیں انمیں اکثر اشعار کو کاتبوں نے ایسا مسخ کیا ہے کہ جو اشعار معنی کے جان ہونگے وہ قالب بیجان نظر آتے ہیں اوسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت قبلۂ عالم اعلی اللہ مقامہ کا تلفظ دانتوں کے ٹوٹ جانے سے ایسا ناصاف ہو گیا تھا کہ ہر وقت خدمت میں حاضر رہنے والے بھی لفظ صحیح سمجھنے میں دھوکا کھا جاتے تھے۔

(۳) اکثر غزلوں کے چند اشعار پر خاص قسم کے نشان بنائے ہوئے ہیں جسکے معنی سمجھنے میں باہم اختلاف ہوا قرین قیاس دو صورتیں قرار پائیں یا کسی سبب سے اوس شعر کا نکال دینا مقصود رہا ہو یا وقت فرصت اوس شعر کی اصلاح منظور رہی ہو ہم لوگوں میں سے کسی میں یہ قابلیت نہیں کہ باعتبار معنی فہمی یا باعتبار زبان دانی اونمیں دخل دیسکے اسلئے وہ اشعار جس صورت میں لکھے ہوئے پائے گئے بعینہ مطبع کے حوالہ ہوئے۔

(۴) دیوان کے نسخوں کے مطالعہ و مقابلہ کے وقت اردو کے محاورات میں بیشتر اشتباہ واقع ہوا یعنے اکثر محاورے ہمارے دیوان میں ایسے پائے جاتے ہیں یا متروک ہیں کچھ محاورے ایسے ہیں جو لکھنؤ کی زبان نہیں مگر خیال کیا گیا کہ حضرت مصنف قدس سرہ کی شاعری کا زمانہ ناسخ کے تلامذہ کے زمانہ سے شروع ہوتا ہے اور سال وصال سے دو سال پہلے ختم ہوتا ہے اتنے دراز زمانے میں کتنے نئے محاورے پیدا ہوئے اور کتنے ترک ہوئے غزلوں کی تصنیف کا زمانہ محقق نہیں تاکہ اوس وقت کی زبان سے سند ڈھونڈھی جائے حضرت قبلہ عالم کو محاورہ ہندی میں لکھنؤ یا دلی کی زبان کی پابندی نہیں کہیں کا محاورہ ہو جو بے تکلف منہ سے نکل گیا ہے اوسکو باندھ دیا ہے اس نظر سے جو مشکوک یا قطعی متروک محاورہ بھی کلام میں پایا گیا ہے اسمیں دخل دینا بے ادبی سمجھکر ویسا ہی چھوڑ دیا گیا ہے۔

(۵) جو غزلیں خانقاہ کے نسخے میں موجود نہیں اور دوسروں کی بیاض سے ملگئیں انمیں بڑی دشواری اس تحقیق میں پیش آئی کہ یہ حضرت قدس سرہٗ کا کلام ہے بھی یا محض مقطع میں آسی تخلص لانے سے حضرت کا کلام مان لیا جائے ان غزلوں میں بیشتر اشعار غیروں کے ملے جلے پائے گئے۔ رنگ کلام سے حضرت کے کلام کا پہچاننا مشکل اشعار کا چھانٹنا چھوڑنا کام نہ تھا۔

(۶) اور یہ بھی احتمال قوی تھا کہ کوئی صاحب محض اپنی نفسانیت کیوجہ سے غلط کلام اس طور پر نہ شائع کر دیں جسکی تصحیح بعد کو محال ہو جائے۔ اسلئے تنگی وقت نے تصحیح کی دقیق نظر کی فرصت نہیں دی مشتاق نظروں کا سخت تقاضا ہے کہ جس طرح ہو حضرت قطب الہند اپنے قدس سرہٗ کے عرس کے پیشتر چھپ جائے۔ معنی شناسان یگانہ اور سخنوران زمانہ کی خدمات میں عرض ہے کہ اتنی دشواریوں کو ملحوظ رکھکر اگر کچھ فروگذاشتیں پائیں مہتمم طبع کو نشانہ ملامت نہ بنائیں۔ امید ہے کہ طبع ثانی میں وہ فروگذاشتیں جو خود ہماری نظر میں ہیں اور جو اہل سخن پیش کریں گے درست کر دیجائینگی (انشاء اللہ) اب طبع میں پروف کی تصحیح بھی عجلت کی وجہ سے مشکل ہے ناظرین طبع اور تصنیف کی غلطیوں میں امتیاز رکھیں۔ اس دیوان میں مصنف کے ابتدائی اور اوسط و آخری تینوں زمانہ کے کلام ہیں اس سبب سے غزلوں کے رنگ میں سخن شناس فرق پائیں گے۔

حضرت مصنف قدس سرہٗ کا کلام اگر کل مل جاتا تو اسی قدر حجم کا چھ دیوان سے کم نہوتا لیکن جوانی کا کلام قریب قریب کل ضایع ہو چکا ہے جسکے ملنے کی امید نہیں۔

یہ دیوان جو اہل سخن کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے وہ خانقاہ کے معتبر نسخے کے مطابق ہے جسکی اکثر غزلیں حضرت مصنف قدس سرہٗ کی بارہا کی سنی ہوئی ہیں۔ اس نسخے کے خلاف اگر کوئی شخص غزل میں زیادت یا نقصان اشعار میں تغیر پیش کرے غیر معتبر سمجھیں۔ حضرت مصنف قدس سرہٗ کی ولادت کی تاریخ ۴ شعبان ۱۲۵۰ھ اور تاریخ و وقت وصال ۲ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ روز یکشنبہ وقت ظہر ایک بجکر ۲۰ منٹ ہے۔

اگر زمانے نے مہلت دی تو اس دیوان کے اکثر عارفانہ مغلق اشعار کی شرح طالب معرفت کی فہم کے لئے پیش کرونگا حضرت قبلہ عالم کے حالات کا لکھنا ایک نہایت اہم کام ہے جسکی مجھ میں قابلیت نہیں۔ مگر احباب کا اصرار ہے کہ باندازہ اپنے معلومات کے قلمبند کروں اگر تائید الہی رہبر ہوئی تو کیا عجب ہے کہ اپنے مرشد کے حالات لکھنے کی سعادت حاصل کروں۔

محمد اصغر کان اللہ لہٗ

کانپور گورکھپور ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدہ در مدح نواب کلب علیخان والی رامپور

مطلع اول

کہاں ترا کوئی بحر وجود میں ثانی
حباب دیدۂ اہل نظر میں ہے پانی

نہ فرق سوجھے اگر ظاہر و مظاہر میں
کسے کہے کوئی باقی کسے کہے فانی

اوسی کو دیکھتے ہیں جمع بلکہ جمع الجمع
جسے سمجھتے رہے مدتوں پریشانی

ق
ہوا جو رفع تعیّن تو جز بہار نہ تہا
یہہ برگ و بار و گل و غنچۂ گلستانی

کہے بہار لب گل سے میں بہار تو کیا
یہہ شور کشتن منصور وائے نادانی

درخت پہل سے ہے پیدا تو ہی درخت میں پہل
یہہ میری تیری ہے پیدائی اور پنہانی

اگر یہ ہم ہیں تو کیا تیری ذات ہے محدود
اگر یہ تو ہے تو پہر کیا وجود امکانی

اگر یہی ہے تو وہ شوق دید کس کا تہا
جواب تند سے کی کس نے شعلہ افشانی

محل نہ عیب ہوئی وحدت میں کثرت عالم
تو کیوں شریک قدم ہو ثبوت اعیانی

زوال صورت اشیا ہے صورت ہمہ اوست
غرض کہ ہیچدانی ہوئی ہمہ دانی

ق
مآل سعی نگاہ کمال تحقیقات
نہ خاک کچھ نظر آیا بغیر حیرانی

اخیر یہ کہ نہ پہچاننے کے قالب میں
وہ ذات پاک گئی آشنا سے پہچانی

مجھے امید سکون و قرار کیا اُس سے
جو اپنے جلووں کو رکھتا ہو آئی و فانی

ابھی تو وجد میں لاتا ہوں عقل و دل کو
وہ چھیڑتا ہوں میں آہنگ مطلع ثانی

مطلع دوم

زہے ترا وش جوش شیون احسانی
ظہور خاص کو خوش آئی وضع انسانی

حباب گنبد گردوں میں یہ اشارہ ہے
ہوا کی طرح ہے آنا ترا یہاں آنی

جو ایک ذکر میں سوگوشہ نغ دے دل کو
وہ کیوں عبث کرے بدنام سبحہ گردانی

بڑھا جو شعلہ مرے جسم زار سے لپٹا
خدائے شمع تجلی ہوئی وہ عریانی

خدا نے بخشی ہے صحبت کو تو بڑی تاثیر
سرد ہی آنکھوں میں ہے سرمۂ صفاہانی

شگاف سینہ سے جھانکو تو بھوک پیاس ہو بند
ہر ایک داغ غم دل ہے ماہ کنعانی

جو خاکسار ہوا اپنی جگہ سے کیوں اوٹھے
کہ اوٹھ کے مثل غبار اوسکو ہو پریشانی

برنگ لالہ کہاں خونچکاں زبان ملے
جو کوئی عرض کرے سوز داغ پنہانی

میں ابتدا ہی میں ان نالوں کو یہ کہتا تھا
کہ بھر گوے فلک یہ کریں گے چوگانی

بس ایک دم کے لئے سربلند دیکھ لیا
مگر حباب بھی تھا کوئی تاج سلطانی

نہ چھوڑیگا روش راستی کو آزادہ
کہ میں راہ ہدایت ہے سرو بستانی

ضرور روے بتاں میں کچھ اور جلوہ تھا
ہے چشم آئینہ آئینہ دار حیرانی

خدا کے واسطے ای شمع اب بھی کہنا مان
کریگی کھو ترا تیری اشک افشانی

وہ طوطی شکرستان ہند ہوں آسی
کہ گم ہو ناطقۂ صائب صفاہانی

ہو بند ناطقہ

مرا کلام وہ معجز جو پڑھ کے اک مصرع
دہان گنگ میں پھونکوں کرے غزل خوانی

غزل

نہ جان دیکے بھی ہم سمجھے وائے نادانی
کہ تھا وہی لب جاں بخش دشمن جانی

یہی بہی ہے کہیں بخت سیاہ عاشق سے — غلط ہے گیسوے شب رنگ کی پریشانی

میں نقش پا کی طرح پائمال و خاک بسر — وہاں ہنوز وہی تہمت تن آسانی

بغیر منزل حیرت کہاں نظارۂ یار — نوید یاس ہوئی آئینے کی حیرانی

ہمارے زخم جگر اور اس طرح مرجھائیں — وہ کیا ہوئی تری زلفوں کی مشک افشانی

نہ داغ سینے میں پیدا نہ دل میں پنہاں تیرا — تو کس نے چاک گریباں کیا ہے نورانی

بھلا تم اپنی انگوٹھی تو ہاتھ میں ڈھونڈھو — عدو سے دیو کرے دعوی سلیمانی

تمہیں نہ دل میں چلے آؤ دیکھ لو سب حال — نہیں ہے قابل اظہار درد پنہانی

وہ اپنی زلفیں کہاں تک بنائینگے آخر — ہماری رات ہے زلفوں سے اُنکے طولانی

نہ چھوڑ پھر خدا اے خیال موے کمر — ہمارے دیدہ داغ جگر کی مژگانی

ترے تصور روئے نکو نے کھول دیا — کہ دل کے شیشے میں تھی قوت پرستانی

کسی کے سرمہ دنبالہ دار نے آسی — سیاہ مست کو دی میکدے کی دربانی

پڑھوں صداے حزیں سے وہ خونفشاں مطلع — کہ بزم عرض سخن ہو تمام افشانی

مطلع چہارم

دل گرفتہ ہے اے دل نوید عریانی — کہ غیر چاک نہیں غنچہ کی گریبانی

سیاہئ شب غم کا نہ کیوں ہوں شکر گذار — شب لحد نظر آتی ہے مجھکو نورانی

میں اوسکی رزق رسانی کی شان کے صدقے — نہ اور کچھ ہو تو غم ہے غذاے روحانی

نہ خاک کچھ ہوئی تاثیر سخت جانی میں — بھلا جگر کو کیا زہر غم نے کیا پانی

یہ سادگی کہ میں اُس بحر غم کی ڈھونڈھوں تھاہ — ہو جسکے قطرے میں کشتی نوح طوفانی

بجائے آب ہے زہر آبۂ الم دن رات — غذا کے بدلے وہی دل جگر کی بریانی

ظہور غم تو کچھ اسباب کا نہیں محتاج — بغیر چشم ہے شبنم کی اشک افشانی

جو آفتاب قیامت نہیں تو کیا ہیں یہ داغ — کہ انکی دم سے شب غم کی ہے چراغانی
وفور اشک میں ماورائے غم نہ دل ہوتا — جو ہوتی لازم سیلاب خانہ ویرانی
یہ زیر چرخ تنگ ظرف جوشش یم غم — یہ اک حباب میں بحر بلا کی طغیانی
کہاں فلک نے بھرے سیم و زر سے ہاتھ اپنے — ہماری قدر مہ و مہر سے بھی کم جانی
مرا نوشتہ تقدیر وہ سیہ نامہ — کہ بہر خواب کرے بخت کی شبستانی
جز اغنیا ہو مفلس کے درد کا گاہک — گراں بہا ہے غم جانگزا کی ارزانی

ق

ہوائے صدق ابوبکر و سوز عشق عمر — خمیر کے لئے آب حیائے عثمانی
جہاں ولولۂ حب بوتراب کی خاک — نہ پوچھ کسکے یہ عنصر ہیں ایسے نورانی
وہ کون پاک گہر پاک مظہر ایسا ہے — خجستہ روے ملک خوے یوسف ثانی
سپہر کوکبۂ نواب آفتاب جناب — جناب کلب علی خاں محب سبحانی
اگرچہ جذب دل زار کھینچتا ہے اودہر — پکڑ کے دست ارادت سے موئے پیشانی
میں خاک جادہ ایماں وہ قبلہ ایماں — رجوع اسکی طرف عین حب ایمانی
مگر خدا نے کیا ہے مجھے وہ خاک نشیں — اوٹھا سکوں نہ جگہ سے کہ ہوں مثل نقش پا فانی
برائے سیر رہ بر و بحر ظاہر ہے — میں بحر شعر میں کرتا ہوں سیر پنہانی
نگاہ اہل حقیقت میں قرب جسمی سے — اتم و اکمل و اشرف ہے وصل روحانی
حضور میں یہ زمیں بوس ہو کے عرض کروں — کہ اے فدای جمال تو انسی و جانی

مطلع پنجم

ترا جمال جمال کمال نفسانی — ترا خیال کمال خیال انسانی
ترا فراق فراق سعادت ابدی — ترا وصال وصول عروج امکانی
ترا کرم کرم حق کی دلربا تصویر — ترا غضب غضب کردگار کا بانی

ترا کمال مہ آسماں جلوۂ ذات — ترا کلام جہانِ رموز عرفانی
تری ثنا ہوئی سرمایۂ کمال ثنا — ثنا پہ آپ ہے واجب تری ثنا خوانی
تری یہ محویت اللہ ذکر سبحاں میں — کہ تیرے سبحہ سے نکلے صدائے سبحانی
ولائے حق تری رگ رگ میں ریشہ ریشہ میں — فلاسفہ جسے سمجھیں حلول سریانی
خدا کی رحمت بیہم تری محیط وجود — یہ بانی میں نے مثال حلول طریانی
دلیل شوکت ایماں ترے زمانے میں — برنگ زلف بتاں کفر کی پریشانی
برائے نصرت سالک صدائی امر تری — فغاں زنگلۂ کاروان حق دانی
گناہ گاروں میں شور نہیب ہے تیرا — نمک فشانی جام شراب ریحانی
ترا وہ عدل کہ نوشیرواں پئے تقلید — ازل ہی میں تجھے سمجھا امام روحانی
ترا فدائے سر بذل گوہر سہو ار — ترا گدائے در فیض ابر نیسانی
خدا کرے کہ ترے دست جود سے ہو خجل — ہمارے پنجۂ مژگاں کی گوہر افشانی
وہ تیری ہی نہ گہر ریزیوں کے جلوے ہوں — بھری جو دیکھی ثریا کی رات ہمیانی
وسیع سینۂ عارف سے صحن خانہ ترا — بلند ہمت عاشق سے اوج ایوانی
وہ[1] تیری خلوت راحت میں ہر در و دیوار — کہ جوش بال پری ہوئے مگس رانی
ترا وہ شعشعہ تیغ برق کافر سوز — کہ خاک گبر سے ہو جلوۂ مسلمانی
خیال برش شمشیر ہے یہ حیرت زا — کہ داغ داغ جگر کا ہے چشم قربانی
دم مصاف جو دشمن سے چار ہوں آنکھیں — اجل کرے ترے تیر نگہ کی پیکانی
اگرچہ گذرے جہانگیر اور عالمگیر — مگر کہاں یہ ترا عالم جہاں بانی
نہ پوچھ لشکر انجم میں کیا پڑی ہل چل — جو صبح دیکھی تری فوج کی فراوانی
ہوائے دامن زین سمند و دست ہوس — ہوا کو مٹھی میں لینے کی فکر نادانی
ہوا نہ برق نہ آندھی یہ سب مثال غلط — مری نظر میں تو گھوڑا ترا ہے لاثانی

[1] یہ شعر ... پڑھا نہیں گیا

قلم کو ہاتھ لگا کر کہا یہ مانی نے
کہ کھینچوں صورت حسن ادائے جولانی

وہ بر و بحر و جبل چرخ و عرش روند آیا
قلم اوٹھا نہ چکا تھا ابھی یہاں مانی

ق
جو تو سوار ہو فیل سیاہ پر اپنے
کہوں میں کعبہ کی چھت پر ہے نور یزدانی

اگر یہ کہئے کہ بے پردہ ہے تجلی طور
ہوا وہ جل کے کف سرمہ صفاہانی

سیاہ فام ترا فیل کوہ پیکر کیوں
یہاں تو تھا ترے پردے میں نور رحمانی

ق
عجب نہ کر جو ہوا طور جل کے خاک سیاہ
غضب تھی برق تجلی کی آتش افشانی

سیاہ فام ہے فیل گراں جسد بھی ترا
ضرور تجھ میں ہے لمعان نور رحمانی

دم نظارہ ترا جلوہ دیکھکر اوسپر
اگر وہ غش میں کہیں میں ہو موسی ثانی

تو ہے وہ رشک مسیحا کہ اس زمانے میں
جلا دیئے ہیں عظام رمیم سحبانی

ق
وگرنہ اب وہ زمانہ قریب آیا تھا
کہ کرتے اہل سخن ماتم سخندانی

تری زمین غزل میں جو ذرہ فرض کروں
ہے آفتاب حقیقت کی اُس میں رخشانی

گل سخن کے تبسم سے بات کی تو نے
بہار خندہ صبح وصال جانانی

اوسے ہے نسبت شاگردی اور تو خاقان
یہ اہل حق کو ہے تحقیق نام خاقانی

ترے تلامذہ اے سعد اکبر اقبال
مری نظر میں ہیں ایک ایک سعدی ثانی

تمام اہل جہاں جسم اور جان ہے تو
جو تجھکو جانے کرے دعوئے خدادانی

ہمارے شعر تری مدح میں ہیں در یتیم
کسی کی مدح نہ کی ہمنے جز غزل خوانی

تو اسپر آج توجہ سے دست شفقت پھیر
نہ کر یتیم سے صرف نگاہ احسانی

بتا تو کیسی جگر کاویاں ہوئی ہونگی
جو زیب گوش ہوئے یہ جواہر کانی

نہ جان شعر یہ میرے جگر کے ٹکڑے ہیں
نثار فرق مبارک کو ہیں جو ارزانی

بجا ہے تجھ سے حقیقت شناس سے مجھکو
امید قدر شناسی و منزلت دانی

بس اب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاؤ اے آسی
ہے اہتزاز میں اسوقت عرش ربانی

تو حکمراں رہے لاکھوں برس مگر وہ برس
کہ جسکے دن ہوں قیامت کے دن سے طولانی

شفق میں آگ ہو جبتک خط صنم میں غبار
ہوا دوں میں حیا کی نگاہ میں پانی

رہیں عناصر پر نور اعتدال کیساتھ
بجاہ و حشمت و فیروزی و جہاں بانی

قصیدہ ناتمام در مدح نواب میر محبوب علیخاں والی حیدرآباد دکن

کبھی نہ صاحب لب تمکیں کرے کسی سے کلام
سکھائے اونکو یہ میرے ہی سامنے لب بام

کسیکو دیکھ کے لغزش جو پاؤں میں آئی
شراب پی کہ وہ آنکھیں نہ ہوں کہیں بدنام

قرار می برد از خلق سب بے قراری ما
تمہاری دوستی ایسی ہے دشمن آرام

مذاق بوس لب یار کو وہ بہونچا خوب
کہا ہے جس نے کہ اس دور میں شراب حرام

تمہیں بتاؤ کہ حد بشر ہے یہ مطلع
یہ کیا کہا کہ مرے عہد میں نہیں الہام

مطلع

رقیب ہی سہی دے کشتۂ فراق کو دام
کہ چاہیے ترے قاصد کو نقد جاں انعام

مذاق سوز و گداز اور اختیار نہیں
کہ چھینیں یوں سحر مہر اور شمع کی شام

بس اتنے پر کہ لب لعل یار چوم لیا
مرے فرشتے نے لکھا ہے مجھکو مے آشام

مطلع

نمود خط سے ہوئی صبح رخ بھی آخر شام
ترا نظارہ ہے برہان گردش ایام

کسیکے لغو کو دیکھیں تو در گذر نہ کریں
بھرا اُسکی غنیہ نگاری یہی ہے شان کرام

یہ لاف خوبی حور بہشت اے واعظ
تری نگاہ سے گذرا نہیں وہ گل اندام

ہماری آہ میں اللہ رے نالے بلبل کے
شراب درد ہی بلبل کہ آہ ہی گلفام

کہاں تک اے ہوس بوسہ گالیاں دیں گے
کہ منہ نہ بند کرے گی حلاوت دشنام

کوئی کہے مجھے دیوانہ کوئی سودائی
تمہارے عشق نے آخر کیا ہے مجھے بدنام

جہان میں ہو جہاں اہل فہم کا مجمع
میں اُن میں صدر نشیں مثل حرف استفہام

بنارس اور اودھ کیا نہیں یوں کہتے ہیں
کہ چہرہ صبح بنارس ہے زلف اودھ کی شام

کسی طرح کسی قالب میں انقلاب تو ہو
خدا کرے کہ جدائی ہو داخل ایام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاب دیدار جو لائے مجھے وہ دل دینا
منہ قیامت میں دکھا سکنے کے قابل دینا

پاؤں یارب مجھے تا حد سر منزل دینا
ہاتھ بھی گردن مقصد میں حمائل دینا

غیر ظاہر نہ مظاہر کی حقیقت سمجھوں
اتنی تمیز میان حق و باطل دینا

ذوق میں صورت موج آکے فنا ہو جاؤں
کوئی بوسہ تو بہلا اے لب ساحل دینا

رشک خورشید جہاں تاب دیا دل مجھکو
کوئی دلبر بھی اسی دل کے مقابل دینا

اصل فتنہ ہے قیامت میں بہار فردوس
جز ترے کچھ بھی نہ چاہے مجھے وہ دل دینا

ترے دیوانے کو بیحال ہی رہنا اچھا
حال دینا ہو اگر رحم کے قابل دینا

ہار ہے ہاے تری عقدہ کشائی کے مزے
تو ہی کھولے جسے وہ عقدۂ مشکل دینا

خوں فشانی ہو میری آئینہ روے فنا
دونوں آنکھوں کو رگ گردن بسمل دینا

ناتوانوں کے سہارے کو ہے یہ بھی کافی
دامن لطف غبار پس محمل دینا

مہر دشمن سے کہیں آگ بھڑکتے دیکھی
شمع ساں مجھکو سرافرازی محفل دینا

دل دہی غیر کی اور آپ یہ ترجیح ہے کہ غلط
آپ معشوق ہیں کیا جانیں بہلا دل دینا

نقد جاں و دل ادہر دولت دیدار ادہر
انکو لینا بہت آسان ہے مشکل دینا

رہ کے آغوش میں اے بحر کرم عاشق کو
قسمت سوختہ سبزۂ ساحل دینا

تنگیٔ غنچہ پژمردہ ہو صحرائے وسیع
اسقدر کلفت افسردگیٔ دل دینا

درد کا کوئی محل ہی نہیں جیب کے سوا
مجھکو ہر عضو کے بدلے ہمہ تن دل دینا

ایضاً

اوسی کے جلوے تہے لیکن وصال یار نتھا
میں اُسکے واسطے کسوقت بیقرار نہ تہا

کوئی جہان میں کیا اور طرحدار نہ تہا
تیری طرح مجھے دل پر تو اختیار نہ تہا

خرام جلوہ کے نقش قدم تہے لالہ و گل
کچھہ اور اسکے سوا موسم بہار نہ تہا

وہ کون نالۂ دل تہا قفس میں ای صیاد
کہ مثل تیر نظر آسمان شکار نہ تہا

غلط ہے حکم جہنم سے کیسے ہوا ہوگا
کہ مجھسے بڑھ کے تو کوئی گناہگار نہ تہا

وفور بیخودی بزم سے نہ پوچھو رات
کوئی بجز نگہہ یار ہوشیار نہ تہا

لحد کو کہول کے دیکھو تو اب کفن بہی نہیں
کوئی لباس نہ تہا جو کہ مستعار نہ تہا

تو خود گلبن و گلزار ہوگیا آسی
تری نظر میں جمال خیال یار نہ تہا

دوں تپا درد دل میں فانی کا
بہیں سارا ہے یار جانی کا

کس سے کیا ہو سکا بوڑہاپے میں
کسکو ماتم نہیں جوانی کا

درد دل لطف زندگانی ہے
غم سبب عیش جاودانی کا

تیشۂ کوہکن سے خوب لکہا
ماجرا میری خونفشانی کا

نقش پا کو کوئی اوٹھا نہ سکا
دیکھنا زور ناتوانی کا

غم نے خم کر کے جسم لاغر کو
خوب جھیلا دیا نشانی کا

آبرو ہو جو دل میں رقت ہو
دیکھ موتی ہے قطرہ پانی کا

غیر کا اب گذر نہیں دل تک
عشق عہدہ ہے پاسبانی کا

دہن تنگ یار کا حلقہ
نہ نمک عشق کا نہ زخمی دل

دور ہے جام لن ترانی کا
کچھ نہ پایا مزا جوانی کا

ہم تو آسی او نہیں بلا لائیں
کیا ہے سامان میہمانی کا

عزے ہیں جس میں حسن کے عشق ہے اُس نگار کا
جوٹ ہے جس میں عشق کی حسن ہے میر یار کا

لاکھ گلے لگائیں وہ رنگ نہیں قرار کا
موجہ بوئے گل ہوں میں اُنکے گلے کے ہار کا

طوف حرم میں قول تہا تیرے شراب خوار کا
حلقۂ کعبہ دور ہے بادۂ خوشگوار کا

جوش بہار و سوز عشق دونوں یہ ایک ہی ہوں
رنگ ہے لالہ زار میں سینۂ داغدار کا

تجھسے بھی کوئی ماہرو پردے میں چھپ گیا مگر
کچھ سبب آخر ابر تر گریۂ زار زار کا

موجۂ خندہ موج خوں صورت غنچہ کس لئے
کیوں ہو ہنسی سے آشنا منہ کسی دلفگار کا

زخم جگر سے خون چکاں گذری ہیں تیری خستہ جاں
جادہ منزل عدم تختہ ہے لالہ زار کا

سرمۂ چشم نقش پا ہم ہوئے تیری راہ میں
کوئی پیسا ہوا نہ ہو صدمہ انتظار کا

گرد جاں جھکا ہے کس لئے ہر نیاز مند
موت بھی کوئی وار ہے خنجر نازیار کا

خوشہ گہروں کو پیسکر گردش آسیائے چرخ
سرمہ بنائی رہتی ہے دیدۂ اعتبار کا

ڈال ہی جائے قصر ہیچ ہستی غیر کی بنا
کشتۂ امتیاز ہوں دیدۂ اشکبار کا

حشر و عدہ آ ہی بات ہے اس میں بھید کی
خون تو اپنے سر نہ لے کشتۂ انتظار کا

ایک نظر میں جو کری دونوں جہان کو خراب
دل ہے نظارہ جو اوسی آفت روزگار کا

دل کی کشود ہوتے ہی جلوہ بے حجاب تہا
دل جسے سمجھے تکمہ تہا برقع روئے یار کا

جائے طواف حلقۂ دور شراب ناب ہو
شیخ حرم مرید ہے آسی بادہ خوار کا

آسی نامراد پر ہے وہی جلوہ جس سے ہے
مطلع آفتاب حشر ذرہ مرے غبار کا

عاشق کی جانکنی پر تنہا نہ یار رویا
جس سنگدل نے دیکھا بے اختیار رویا

ہمدرد کی مصیبت دیتی ہے کیا اذیت
بلبل نے نالے کھینچے میں زار زار رویا

رقت سے رخصت (دم وقت) ہا دیکھنا بہی مشکل
جب آنکھ اودہر اوٹھائی بے اختیار رویا

اُنکی گلی میں جاکر سوتے آنسوؤں کے پہوٹے
یہ پہوٹ پہوٹ کر میں زیر مزار رویا

برباد کر دیا جب قسمت نے گلستاں سے
ابر بہار سنکر میرا غبار رویا

ثابت جو ہو رہی تہی گلشن کی بے ثباتی
جوں جوں ہنسے گل نرگس زار زار رویا

اظہار سوز دل کو آسی نے شمع آسا
جوں ہی زبان کہولی بے اختیار رویا

گلوئے خشک خواہاں ہے دم تکبیر پانی کا
ذبیحے سے نہ کر بخل اے دم شمشیر پانی کا

لگی دلکی بجھاتے ہیں جو کہل جاتے ہیں دانت اُنکے
یہ ہوتی کام کرتے ہیں دم تقریر پانی کا

ہوئی کیا شمع پانی پانی اوسکے روئے روشن سے
جو تو گل ہے تو قطرہ نکلے ای گلگیر پانی کا

مری کشت امل پر ابر رحمت بہی اگر برسے
تو بجلی سے اثر بدلے مری تقدیر پانی کا

ہوا جو بے حقیقت خود بخود سرسبز رہتا ہے
نہیں محتاج نخل گلشن تصویر پانی کا

جو قسمت ہی میں خاک اڑتی ہو سیرابی کہاں ممکن
لب ساحل کی صورت گو ہو دامنگیر پانی کا

خدنگ آہ نکلا جب کلیجا ہو گیا پانی
ہوائی تیر سنتے تہے یہ دیکھا تیر پانی کا

مقدر میں ہو یوں سب کچھ مگر تدبیر لازم ہے
کہ اک قطرہ نہیں ملتا ہے بے تدبیر پانی کا

کسی سائل کو کیا پھیرے جو خود در ذات سائل ہو
لگا یہ دل میں آکر شعلہ تقریر پانی کا

پیا جو آب آتش رنگ چہرہ ہو گیا کندن
اثر دیکھا کسی نے رو کش اکسیر پانی کا

وہ پانی ہے کہ موتی بنکے پہونچا اُنکے کانوں تک
نہ کیونکر رشک ہوا ہے اشک بے تاثیر پانی کا

دم تحریر اشکوں نے لگائی کیوں جہڑی مینہہ کی
نہ تہا سائل ہمارا خامۂ تحریر پانی کا

ترا سرگشتہ الفت یہ روتا ہے اسیری میں
کہ بنتا ہے بھنور ہر حلقۂ زنجیر پانی کا

جو شرح مصحف عارض لکھیگا عاشق گریاں / بنے گا بلبلہ ہر نقطۂ تفسیر پانی کا

ہم اپنی تشنہ کامی کی شکایت کیا کریں آسی / گیا شاکی گلوئے حضرت شبیر پانی کا

سر کٹانے کے لئے دل وہیں بیتاب ہوا / مثل ابرو کوئی خنجر جو سیہ تاب ہوا

رتبہ پایا ہے محبت میں تو اب دل کو سنبھال / گر پڑیگا صفت برق جو بیتاب ہوا

خاکساری سبب آبرو سالک ہے / جو ملا خاک میں آنسو در نایاب ہوا

قابل سجدہ ہوا جھک کے ملا جو کوئی / قد خم گشتہ میں پیدا خم محراب ہوا

ظرف عالی اگر پائے تو نعمت سے کبھی سیر نہ ہو / پر نہ دریا سے کبھی کاسۂ گرداب ہوا

جس نے دیکھا تجھے کیا خاک لگے آنکھ اوسکی / دیدۂ رخنۂ دیوار بھی بے خواب ہوا

اشکوں نے تا بہ گلو آکے وہ چکر باندھا / حلقۂ جیب مرا حلقۂ گرداب ہوا

خوب پکڑ نکلی الفت کے تماشے دیکھے / روز پروانۂ بیکس شب سرخاب ہوا

بس بھی کر اے مرے طوفان سرشک اب بس کر / روزن قصر صنم دیدۂ پرآب ہوا

شعر وہ نور سے لبریز پڑھے آسی نے / حلقۂ اہل سخن ہالۂ مہتاب ہوا

عشق میں اسے کوہکن کیا زخم سر درکار تھا / زخم دل درکار تھا زخم جگر درکار تھا

اوڑ کے جانا بام جاناں تک اگر درکار تھا / مرغ دل کو بازوئے مرغ نظر درکار تھا

سوز دل سے دست ماتم پنجۂ خور کس لئے / ہاں شب غم چاک دامان سحر درکار تھا

پاکبازی اپنی پیغام طلب تھی عشق میں / دہو کے داغ تہمت ہستی سفر درکار تھا

قرض کی کچھ گفتگو عاشق سے کرتے تھے رقیب / نالے تو کچھ کم نہ تھے شاید اثر درکار تھا

اہل تھے محرومی دیدار کے تم اے کلیم / میں ازل کا بے جگر مجھکو جگر درکار تھا

کیا شراب حسن ساقی جانفزا تھی واہ وا / میگسارو ساغر ذوق نظر درکار تھا

جا کہائے دل کے ٹانکے اتنی بیرحمی کیساتھ
درد دل تجھکو بھی کچھ اے چارہ گر درکار تھا

داغ غم اوسکو نہ جان ای بلبل جان حزیں
جلنے کو اس باغ سے برگ سفر درکار تھا

مجھ سے بیمقدار کا دل اور جلوا آپکا
ہیچ ہے ای خورشید ہر ذرّے میں گھر درکار تھا

داغ سوزاں چھوڑکر عاشق نے لی راہ عدم
بس رہِ دُد تمکو چراغ رہگزر درکار تھا

داغ اپنا دے کے آسی نے جو لی راہ عدم
بس رہِ دُد تمکو چراغ رہگزر درکار تھا

لذّت آزار آسی کے سمجھنے کے لئے
درد دل تجھکو بھی کچھ اے چارہ گر درکار تھا

جب دل مجھ عاشق کو یارائے شکیبائی نہ تھا
حشر کا وعدہ کبھی طور دل آرائی نہ تھا

لالہ و گل کا یہ دیوانہ تماشائی نہ تھا
باغ میں ہر پھول تیرے حسن کا آئینہ تھا

حُسن پھر کس کام کا جب چاہنے والا نہو
ہیچ ہے تجھ سے دلربا کو لطف تنہائی نہ تھا

گلشن دیدار میں کوری بھی کہتی تھی بہار
آنکھ وہ نرگس تھی جسمیں رنگ بینائی نہ تھا

آگیا یار کے خیال وعدۂ فردائے حشر
اے لحد کوئی انیس کنج تنہائی نہ تھا

پیش ناصح اور آتی بیقراری کیا کہوں
سامنے وہ آگیا وقت شکیبائی نہ تھا

اب وہی دیکھیں دل شیدا میں کسکی شکل ہے
مبتلا کرنا مرا شایان یکتائی نہ تھا

صورت خورشید ناصبوں سے نفرت ہی رہی
گو مجھے کچھ ذوق دورِ جام تنہائی نہ تھا

دولت پابوس پاکر کیوں نہوتا سربلند
میں تو اسے زلف دراز یار سودائی نہ تھا

حد حیرت دیکھتا تھا اپنی آرائش کے ساتھ
آئینہ خانہ میں وہ محو خود آرائی نہ تھا

ایک ہی جلوہ میں اوسکے ہوگیا جل بھنکے خاک
عاشق جانسوز تھا میں کچھ تماشائی نہ تھا

مرگیا میں رند ساقی نے خبر میری نہ لی
کیا مے گلرنگ میں رنگ مسیحائی نہ تھا

منہ چھپا کر گھر میں بیٹھا جو ترا منہ دیکھکر
وہ دل حیراں مرا تھا یا ترا آئینہ تھا

شرط تھا راہ طلب میں آبلہ فرسا قدم
بے سبب نالوں کو ذوق چرخ فرسائی نہ تھا

کوئی نکلا ہی مقابل تو مجھی سے فیضیاب
گو بسان خور مجھے دعوائے یکتائی نہ تہا

وہ ہجوم اشتیاق و حسرت و غم ہائے ہائے
اون سے ملنے کے لئے امکان تنہائی نہ تہا

اے شب مہ کیوں نہ آئین میری نورانی ہوئیں
کیا مرے منہ پر کہیں داغ جبیں سائی نہ تہا

آگیا اے گریہ غم ابر اندھیری رات میں
اے جزاک اللہ کوئی غمخوار تنہائی نہ تہا

جو نہ بوجھا اوٹھا کسی سے وہ اوٹھایا کس طرح
ضعف خلقی میں اگر جوش توانائی نہ تہا

دل میں تو ہر وقت [illegible] حاصل تہا مجھے اوسکا طواف
کعبے پہر کیا کرنے جاتا یار ہرجائی نہ تہا

روکے آسی پوچھتا تہا کب قیامت آئیگی
کس طرح کہئے کہ وہ تیرا تمنائی نہ تہا

کہا یہ دیکھکر خال بت بے پیر کا دانا
الٰہی اسکو تو گرنا مری تقدیر کا دانا

نہیں رہتا ہے بے پہونچے ہوئے تقدیر کا دانا
لب سوفار تک پہونچا دل نخچیر کا دانا

جو دانا ہے تو دیوانوں کے قدموں سے تو لپٹا رہ
مسلسل یہ صدا دیتا ہے ہر زنجیر کا دانا

حقیقت دار کے اوصاف کیا ہوں یہ حقیقت میں
کہاں ہے قابل نشو و نما تصویر کا دانا

بہلا ہم چشم ہو سکتا ہے موتی روزن دل سے
یہ ہے چہیدا ہوا اونکی نظر کے تیر کا دانا

بسان آسیا پائے توکل کو نہ لغزش دے
کہ منہ میں آرہیگا خود بخود تقدیر کا دانا

جو آیا منہ تک اُڑ بہاگا ہوائے شعلہ غم سے
سپند آتش دل ہے مری تقدیر کا دانا

دل پرنور محو یاد ابرو پر یہہ پہبتی ہے
کہ ہے دہویا ہوا آب دم شمشیر کا دانا

ستارے کی چمک دیکھی نہ تہی موتی کے دانے میں
دُر دنداں ترا ہے واہ کس تنویر کا دانا

جو ہے بے ذوق کب ملتی ہے لذت دانے اوسکو
جلا گل ہے دہان بے حس گلگیر کا دانا

حلاوت روح کو دلکو جگر کو جس سے ملتی ہے
ترا خال لب شیریں ہے کس تاثیر کا دانا

مزا کیا جبکہ دانے کے لئے کی آبروریزی
ہمیشہ مجھکو دینا یا خدا توقیر کا دانا

تصور اسقدر باندہا ہے نقش نام اقدس کا
کہ تل ہر آنکہہ کا ہے نقطۂ شبیر کا دانا

کسی سے طالب ناں کس لئے شیخ ریائی ہو
اوسے کافی ہے اپنی سبحہ تزویر کا دانا

دکھا کر خال ابرو جو جہری پہیری تہی گردن پر
نہ بھولا طائر دل وہ دم تکبیر کا دانا

ہوا سرمے کے تل سے رنگ اونگلیوں میں کفن کا
نزاکت ہے سبب اسکا کہ ہے اکسیر کا دانا

مرے آنسو نہیں پوچھے یار نے دہانی دوپٹے سے
ہوا سرسبز آخر اشک بے تاثیر کا دانا

کبھی تدبیر سے غیر از مقدر مل نہیں سکتا
جو ہے تقدیر کا دانا وہ ہے تدبیر کا دانا

کتابت پیشہ کی روزی بہی کیا موہوم ہوتی ہے
سوائے نقطہ کیا ہے خامۂ تحریر کا دانا

لگایا منہ کہ چوموں خال لب پہلو سے اوٹھ بہاگے
چہپا منہ سے دہان آسی دلگیر کا دانا

قید تہی کوئی نہ ذکر قیدی و زنجیر تہا
دل میرا اوسوقت اسیر گیسوئے بے پیر تہا

عشق میں کہتے ہیں کامل آسی دلگیر تہا
آہ جسکی بے اثر تہی نالہ بے تاثیر تہا

سنگدل جو رات سنکر قائل تاثیر تہا
شعر آسی تہا کوئی یا نالہ شبگیر تہا

حالت دل خاک میں کہتا کہ تا ہنگام مرگ
آپ کا شکر جفا یا شکوۂ تقدیر تہا

کوچہ جاناں سے جیتے جی نہ پہر نکلا جو میں
چشم نقش پا میں شاید سرمۂ تسخیر تہا

جسطرف سے ہو کے گزرا چہید ڈالے دل جگر
نالۂ غم تہا کہ مژگان صنم کا تیر تہا

میں جسے سنکر حیات جاودانی پاگیا
وہ دم ذبح اوسکے منہ سے نعرۂ تکبیر تہا

عشق سے فرہاد کے پردے میں پایا انتقام
ایک مدت سے ہمارا خون دامنگیر تہا

بسح تبانا اے نگاہ ناز تیرے بہیس میں
کس قدر انداز کے دست و کمان کا تیر تہا

تو نے گہونگہٹ کیا اوٹہایا لگ گئی عالم میں آگ
جلوہ یا کوئی شرار آہ پر تاثیر تہا

یار تک پہونچا تو میں لیکن فنا ہونے کے بعد
جادۂ راہ طلب تہا یا دم شمشیر تہا

باغ سے جاکر پہر آنا جبہکے رات انکا غلط
کیوں برنگ غنچہ ہر برگ چمن دلگیر تہا

عشق کیا کیا نسبتیں کرتا ہے پیدا حسن سے
زلف اگر شبرنگ تہی نالہ مرا شبگیر تہا

نالوں کی عرض تمنا دیکھنا تھا دید نی — دیدۂ حیرت خانۂ بیتابیٔ تقریر تھا

وہ مصور تھا کوئی یا آپکا حسن شباب — جس نے صورت دیکھ لی اک پیکر تصویر تھا

امتیاز صید و صیاد [illegible] نہ تھا جس عہد میں — تیر سے تیرا ک نظر کا مرغ جاں نخچیر تھا

برق ہی تھی سوز تھی یا حسن روئے بے نقاب — دیکھنا اوس شوخ کا مرگ جوان و پیر تھا

ظاہر و مظہر اگر باہم نہیں تھے حسن و عشق — پھر رکتیں تو ایکوں غنچہ کیوں دلگیر تھا

ناشگفتہ گلشن ہستی سے جو جاتا رہا — وہ دل پر آرزو یا غنچۂ تصویر تھا

کس طرح سمجھوں کہ عشق غیر کا تھا اعتبار — کب وہ میری طرح اس محفل میں توقیر تھا

پائے یوس آتی دیوانہ کا اندر سے شوق — حلقۂ چشم تصور حلقۂ زنجیر تھا

حق کہو یا ناحق کہا تم نے ہوا بدنام میں
اب تو ثابت ہو گیا مشہور بے تقصیر تھا

سجدہ در جو تمہارا نہ میسر ہوتا — وہیں ہم ہوتے وہیں عمر ہی بسر ہوتا

خار خار غم الفت کی اگر حد ہوتی — روکش وادی مجنوں نہ مرا گھر ہوتا

ہجر کی رات بھی بیلدکو نہ خالی پایا — غم تمہارا دل عاشق میں نہ کیونکر ہوتا

بزم مے میں تو نکلتی کبھی بوسے کی ہوس — لب عاشق بھی الٰہی لب ساغر ہوتا

اور کر دیتی ہے بسمل نگہ لطف اوسکی — رحم آتا ہی کسی دن جو ستمگر ہوتا

دل ہی سینے میں نہیں کون کرے بیتابی — لاکھ صدمے دو مجھے میں نہیں مضطر ہوتا

خیر آ جاتی قیامت تو قیامت ہی سہی — دیکھ لینا تو کسیطرح میسر ہوتا

نہ تڑپتے کبھی اس ضعف میں ہم ذبح کے بعد — جو نہ لگا تمہارا تہ خنجر ہوتا

عشق غارت ہو کہیں مار ہی ڈالا مجھکو — نقد جاں دیکے تو اک بوسہ میسر ہوتا

دل میں وہ آئے مگر ناز نہ کر اس دلبر — یعنی آتے وہ عدو کا نہ اگر گھر ہوتا

شکل ابرو مہ نو میں وہ کہاں جوہر قتل — کیا فلک بھی مرے قاتل کے برابر ہوتا

چشمۂ خور میں نہ کیوں محو ہوا مثل حباب
ایک ذرہ نہ ترے حکم سے باہر ہوتا

تم لپٹ جاتے کہیں آکے مرے پہلو سے
تار شرمندہ نہ سینے سے نکل کر ہوتا

کوئی ہو آنکھ ملاتے ہوئے تھا کام تمام
مشتمل تار نگہ یار میں لاغر ہوتا

عرش پر سے کٹے تو اثبات مکاں ہوتا ہے
کیا فلک بھی مرے سینے کے برابر ہوتا

چاہتا تھا کسی خوش چشم کو اے حسرت زخم
موئے مژگاں رگ جاں کے لیے نشتر ہوتا

مرگیا آسی دلگیر بھی انا للہ
مرض عشق سے کوئی بھی تو جانبر ہوتا

ہم تو ڈرتے تھے کدھر حکم قضا نے بھیجا
بارے اے بیت ترے کوچے میں خدا نے بھیجا

تیرے کوچے میں جسے ہو ہوس حور و قصور
کس جہنم میں اوسے حرص و ہوا نے بھیجا

شام سے تا بہ سحر دیکھے ڈھائی اوس در پہ
مژدہ حسن قبول اپنی دعا نے بھیجا

موقع کسب کمالات وہاں کسکو ملا
وہی اچھے جنہیں دنیا میں خدا نے بھیجا

خرقۂ فقر کے رتبے عرفا جانتے ہیں
یہ وہ جامہ ہے جسے آل عبا نے بھیجا

عاقبت بیں وہ نہیں جنکے فلک پر ہیں دماغ
خاک میں ملنے کو دنیا میں خدا نے بھیجا

آسی نامہ سیہ لائق دوزخ بھی نہ تھا
خلد میں الفت شاہ شہدا نے بھیجا

غبار ہو کے بھی آسی پھرے گے آوارہ
جنون عشق سے ممکن نہیں ہے چھٹکارا

وہ تیغ حسن تو دشمن نہیں کسی کی مگر
جو آپ آکے گلا رتے کوئی کیا چارا

وہ جلوہ شعلہ تو میں کاہ ناتواں اے قیس
تجھے فراق نے مجھکو وصال نے مارا

ہزار گرم ہو خورشید روز حشر تو کیا
سما گیا ہو مگر دل میں کوئی مہ پارا

سلوک راہ وفا میں فنا کے طور ہیں اور
جو آپ مار کے تیشہ مرا تو جھک مارا

ہزار شوق یہاں اور آدھی جان نہیں
ہزار جان وہاں اور ایک نظارا

جفا نہ کم ہوا اور ہر سے نہ آپ سیر ہو دل میں
بُرا ہے مشرب غم یہ مذاق ناکارہ

نہ پوچھو حالت دل اُس غریق حسرت کی
دکھائی دے ہے جسے ایک ایک قطرے میں دھارا

نہ مستعد تھا ہو تو ذوق عشق غلط
کہ ہر جرم محبت ہے قتل کفارا

تمہاری دید قیامت نہیں تو پھر کیا ہے
کہ مجھکو روز جزا کا ہے آج نظارا

حقیقت دل بیتاب سوز غم میں نہ پوچھ
نظر پڑا ہے کہیں مجکو آگ پر پارا

تعینات میں کیا اختلاف ہوتا ہے
وہ بدر عالم حسن اور آنکھہ کا تارا

نہ آپ کم ہو تپ دل نہ تم علاج کرو
تڑپ تڑپ کے مرا اب مریض بیچارا

نہ کیوں ہو غلغلۂ غم محیط ملک وجود
کہ ڈاک سانس کی جاری ہے عشق ہرکارا

فراق یار کی طاقت نہیں وصال محال
کہ دو سکے ہوتے ہوئے ہم ہوں یہ کہاں یارا

اگر بیان حقیقت نہ ہو مجاز کے ساتھ
تو شعر لغو ہے آسی کلام ناکارا

پسند آیا تو لیلو دل ہمارا
مگر دل پھر نہیں کس قابل ہمارا

نہیں ہوتا کہ بڑھ کر ہاتھ رکھدیں
تڑپتا دیکھتے ہیں دل ہمارا

جمال اونکا ہے آب زندگانی
مگر جینا کیا مشکل ہمارا

چھری ہی تیز ظالم نے نہ کرلی
پڑا ہے بیرحم سے قاتل ہمارا

تموج بحر غم کا اس کیں دیکھو
حباب دل ہے دریا دل ہمارا

نہ گرمی آتش دوزخ میں ایسی
کہ دل ڈالا ہوا شامل ہمارا

تکلم ہے سے یار بے دہن کا
نہ کیوں ہو مدعی قائل ہمارا

نہ آتا ہم تمہارا دیکھنے لگے
جو نکلا جذب دل کامل ہمارا

کبھی ڈھونڈا ہی تو نے ہمکو اے قیس
دل ہر ذرہ ہے محمل ہمارا

دل گردوں سے لیکر تا دل دوست
گیا نالہ کئی منزل ہمارا

اگر قابو نہ تھا دل پر بُرا تھا ۔ وہاں جانا سرِ محفل ہمارا

نہ جانا کچھ طرا نہ گنج اسرار ۔ امانت دار تھا جاہل ہمارا

تامل ہے جو پاس آنے میں اُنکو ۔ وہاں جانا بھی لا حاصل ہمارا

مطلع

کوئی ہے جو ہو حاصل ہمارا ۔ مگر ملنا ہوا مشکل ہمارا

محیط رنگ نیرنگ فنا ہیں ۔ جمالِ دوست ہے ساحل ہمارا

بھلا وہ دشمن جاں دوست ہوگا ۔ ہوا پندار اب باطل ہمارا

چلا سفاک یہ جی میں نہ آیا ۔ تڑپتا ہے ابھی بسمل ہمارا

محیط جلوۂ بیرنگ ہے دل ۔ کہیں پیدا نہیں ساحل ہمارا

یہ حالت ہے تو شاید رحم آجائے ۔ کوئی اوسکو دکھا دے دل ہمارا

دم نزع آنے کا وعدہ تو دیکھو ۔ کہ اب مرنا بھی ہو مشکل ہمارا

اُنہیں کی چھیڑ تھی اس رنگ میں بھی ۔ خیال غیر تھا باطل ہمارا

طلب اونکی پھریں ہم گرد اپنے ۔ جنونِ عشق تھا کامل ہمارا

متاع گرمی بازار جاں ہے ۔ وہ برقِ خرمن حاصل ہمارا

مزا ہجران میں ہے شان تو کا ۔ مگر جب دل نہو غافل ہمارا

وہ کاش اتنا قیامت میں تو پوچھیں
کہاں ہے آسی بیدل ہمارا

تو رات جہاں جلوہ کاشانۂ دل تھا ۔ آج اوسکو جو دیکھا تو وہ ویرانۂ دل تھا

نقش دو جہاں گردش پیمانۂ دل تھا ۔ کُن روز ازل نعرۂ مستانۂ دل تھا

اے پیر مغاں عرش کی بو ساغر سے ہیں ۔ توڑا جسے ساقی نے وہ پیمانۂ دل تھا

ذوق غم و اندوہِ محبت کے ہیں صدقے ۔ جو داغ دیا تم نے وہ جانانۂ دل تھا

خوشبو وہی رنگت وہی مستی بھی اوسی کی
کعبے میں بھی وہ دم سے مئے میخانہ دل تھا

اسرار ترے معدن انوار تھے جس میں
مسجد تھی نہ کعبہ وہ نہاں خانۂ دل تھا

ہر موج نفس سینے میں اک قلزم خوں ہے
کیا میرے تصور میں کچھ افسانۂ دل تھا

اسی نے بجز ترے جہاں کچھ بھی نہ دیکھا
وہ عالم ہو گوشۂ ویرانۂ دل تھا

جو پتھر آکے سر میں لگا لالہ گوں ہوا
ہر داغ گل فروش بہار جنوں ہوا

توبہ سے بڑھ کے ذوق لب بادہ گوں ہوا
مینائے مے میرے لئے مینای خوں ہوا

فرہاد میری راہ طلب کی صعوبتیں
ایک ایک سنگریزہ یہاں بے ستوں ہوا

افسوس نقش سجدہ ترے آستاں کا
میں کیوں نہ جبہہ سر گردون دوں ہوا

میں اور زہر تلخی تقریر سینہ گو
اے دوست تو ہی دشمن صبر و سکوں ہوا

رنگ شفق سے نوک مژہ کا مقابلہ
گویا کہ آسماں بھی دریائے خوں ہوا

بے قیدیاں بری تھیں تجھے لامکاں کی
کیوں زیر بار منت سقف و ستوں ہوا

ناوک فگن کی چشم توجہ کہاں نصیب
سینے میں دل بھی حسرت صید زبوں ہوا

بے شبہ بلئے بوس ترا فرض عین ہے
چرخ بریں ہی کے لئے سرنگوں ہوا

وصل ایک حور کا نہ میسر ہوا نصیب
گو یار قیب الفت دنیائے دوں ہوا

اوس نے جو دل کو پھونک دیا اوسنے عرش
نالا حریف طاقت سوز دروں ہوا

ممنون خاک سجدہ ہوں اے وعدہ گاہ دید
داغ جبین خضر کی طرح رہنموں ہوا

خالی ہو آپسے تو ملے اذن خاک بوس
مجھکو تو خضر رہ قدح واژگوں ہوا

لاکھوں ہی آرزوئیں تھیں جو ذبح ہو گئیں
صبح شب وصال بڑا کشت و خوں ہوا

میں اور وصف چشم سخن گو نہ کر سکوں
اسد معجزہ بھی ہلاک فسوں ہوا

یوں دل سے گہر کو چھوڑتے ہوئے بھاگے جاتے ہو
کیا ظلم تیرا اے مرے صبر و سکوں ہوا

ذلت اگر دلیل کمالات عشق ہے
آسی سے بڑھ کے کون ذلیل و زبوں ہوا

غیر موسی کون ہمدم وادی ایمن میں تھا
جو رہ وہ بھی نشۂ صہبائے مرد افگن میں تھا

نالہ کش جسکے لیے ہر باغ ہر گلشن میں تھا
خوب جو دیکھا وہی گل میرے پیراہن میں تھا

جو نہ اٹھے آسمانوں سے اٹھالیں ہم وہ بوجھ
کیا وہ قوت سر میں تھی کیا زور وہ گردن میں تھا

کون ہو منت کش تدبیر اے وقت شعور
کیا نہیں اب وہ جو ضامن رزق کا بچپن میں تھا

اس تمنا میں کہ شاید انکے دل تک راہ ہو
اس عداوت پر بھی میں برسوں دل دشمن میں تھا

قابل نذر تجلی جان و دل سب تھے یہاں
طور حسن موسی کے سوا کیا وادی ایمن میں تھا

خون ناحق گردنوں پر کیوں لیا منصور کا
مدعی قول انا الحق کا رگ گردن میں تھا

ہائے وہ جلوہ وہ انداز ہجوم اہل دید
ایک موسی زار گویا دل کے ہر روزن میں تھا

وہ بھی نذر سینۂ غمناک بلبل کر دئے
چند چاکوں کے سوا کیا پھولوں کے دامن میں تھا

محو خط یار رشک حور سوز ہجر میں
سبزۂ گلزار جنت تھا مگر گلخن میں تھا

یارب انصاف ستم اونکا شب غم تھا ضرور
شور محشر نالہ ہائے آسمان افگن میں تھا

کس کے پیکان دل افزا کا سیا تھا اس نے زخم
جوش آب زندگانی چشمۂ سوزن میں تھا

دوست پر کس دوست نے کی ہوگی ناوک افگنی
ہو نہ ہو اے فتنہ گر دشمن ترے چتون میں تھا

سچ جو یہ شہرت نہ تھی آسی کہ مرنا ہے وصال
کیوں قرار آیا تجھے مدفن میں کیا مدفن میں تھا

بڑھ کے شہ رگ سے گلے ملنے کو وہ آمادہ تھا
ہائے اے وہم غلط اب تک میں دور افتادہ تھا

وہ دل سوزاں کے ٹکڑے آنسو نہیں ہیں ہائے
صاف پلکوں پر گمان کاہ آتش دادہ تھا

حال دل کیا اوس سے کہتا دل ہی میں جسکا ہو گھر
گو نہ سودائی ہو عاشق پھر بھی کتنا سادہ تھا

جائے مردم آنکھیں تھیں اور نہ آپ تھے خلوت پسند
سینے میں کیا محبت تھی میں عاشق دل دادہ تھا

پائمالِ حسرت و اندوہ دیکھا عمر بھر
سینہ چاکی میں ترا عاشق بھی رشکِ جادہ تھا

توڑنا مینائے مے کا دل شکن کیونکر نہو
محتسب کو کیا ہوا تھا میں تو مستِ بادہ تھا

جو نہ سننے میں کبھی آئی میں کہتا تھا وہ بات
پھر عبث رشکِ زبانِ سوسنِ آزادہ تھا

دل کہاں تھا جذبِ دل پر میں جو کرتا اعتماد
میں تو اک دل سوختہ دل باختہ دل دادہ تھا

زاہد و واعظ جو آتے سب تکلف بر طرف
خوب فرشِ بوریائے نقشِ موجِ بادہ تھا

تلخ کامِ ہجر کا کیا پوچھتے ہو حال اب
رات شاید زہر کھانے کے لئے آمادہ تھا

سجدۂ جوشِ ندامت بھی کرامت ہو گیا
موجِ آبِ گریۂ غم پر رواں سجادہ تھا

دل ترا صد پارہ کیوں اے شانۂ زلفِ صنم
میرے صدموں کا بھلا کیا میں تو دور افتادہ تھا

کیا سمجھ کر ہاتھ دوڑائی تھی ہم مستوں کی خاک
دورِ دامانِ قبا تھا وہ کہ دورِ بادہ تھا

رہ گذارِ صد امید و یاس تھا ہر چاکِ دل
داغِ غم وہ دل میں تھا یا نقشِ پائے جادہ تھا

سینۂ خالی حبابِ بحر دونوں ایک ہیں
دے کے دل پھر فنا عاشق نیک آمادہ تھا

یہ کیا تھا حالِ گل اُس گل کے سوزِ رشک نے
شبنمِ گلشن نہ تھی اشکِ بخاک افتادہ تھا

کوئی مصرع لا سکے مصرع برابر کیا مجال
سرو کے مانند آسیؔ شاعرِ آزادہ تھا

صبح تک آج دھواں کوچۂ بے پیر میں تھا
آگ کا جز و مگر نالۂ شبگیر میں تھا

حسرتِ عاشق و امیدِ عدو بسمل ہوں
کاٹ اتنا بھی نہ اُنکے دمِ شمشیر میں تھا

دیکھتا جانبِ گردوں وہ ترے نالاں کا
ہائے کیا جوشِ اثر حسرتِ تاثیر میں تھا

غش میں اس طرح گریں حضرتِ موسیٰ سے نبی
جلوۂ طور ضرور آپکی تصویر میں تھا

دھوکے میں ابروئے قاتل کے جھکا دی گردن
کعبے میں بھی وہی تھا جو خمِ شمشیر میں تھا

نالۂ عرش فگن کا بھی مزا اب چکھے
کر چکا بس جو مزاجِ فلکِ پیر میں تھا

ہاں پھر لے واعظِ مشفق میری تقصیر معاف
دھیان دورِ گلِ رنگ و مزامیر میں تھا

اے لحد ہائے وہ بیتابیٔ شبہائے فراق — آج آرام سے سونا میری تقدیر میں تھا

بے قراری نے کئے تھے جگر و دل یکجا — بہرہ ور دونوں ہوں کب حوصلہ تیر میں تھا

سمجھے مومن کے یہ معنی تھے کہ تا قید حیات — پانوں زنجیر میں دل زلف گرہ گیر میں تھا

آرزو ہے لب سوفار گرہ ہی شاید — ایک غنچہ جمین حسرت نخچیر میں تھا

کیا خبر حال کی اپنے تجھے دیتا شب ہجر — اے صنم حال یہی کچھ عاشق دلگیر میں تھا

لالہ زار دل خوں گشتہ میرے عہد میں ہے — نجد کا بن جو کبھی قیس کی جاگیر میں تھا

قید میں جب نہ ہوئی دید تو ہو وعدہ خلاف — شور ہنگامۂ محشر میری زنجیر میں تھا

آئینہ خانے میں تھا عاشق لاغر تیرا — یا کوئی تار نگہ دیدۂ تصویر میں تھا

دے فشار لحد یاد ہم آغوشی یار — خواب آرام شباب ہی میری تقدیر میں تھا

تا دم مرگ نہ آسی کو میسر ہو وصال
کیا یہی طالع بدبخت جواں میر میں تھا

اتنا تو جانتے ہیں کہ عاشق فنا ہوا — اور اس سے آگے بڑھ کے خدا جانے کیا ہوا

شان کرم تھی یہ بھی اگر وہ جدا ہوا — کیا محنت طلب میں نہ حاصل مزا ہوا

میں اور کوئے عشق میرے اور یہ نصیب — ذوق فنا خضر کی طرح رہنما ہوا

بھیجا تھا وہ اب نہیں دشمن کو دوست سے — کس قید سے اسیر محبت رہا ہوا

شایان درگذر ہے اگر اضطرار میں — جرم دراز دستی ذوق دعا ہوا

کیا کیا نہ اوس نے پورے کئے مدعائے دل — لیکن استبداد سے دل بے مدعا ہوا

اپنا کا پتہ کسی سے نہ پوچھو بڑھے چلو — فتنہ کسی گلی میں تو ہوگا اوٹھا ہوا

گردیوں سے خیال نے گلشن بنا دیا — سینہ کبھی مدینہ کبھی کربلا ہوا

بجھیدہ تھی جو سر میں ہوائے رضائے دوست
آسی مرید سلسلہ مرتضیٰ ہوا

کسی میں جو کوئی فنا ہو گیا — نہ کچھ پوچھ آسی وہ کیا ہو گیا
پلائی ہے ساقی نے کیسی شراب — کہ جو رند تھا پارسا ہو گیا
کسیکے نکالے نکلتا نہیں — عدو بھی مرا مدعا ہو گیا
دل پر ہوس مرغ نکہت کی طرح — اسیر کمند ہوا ہو گیا
عبث اوس کوچے میں جا کر رہا تہا میں — جو چاہا کیا جو کہا ہو گیا
اوڑایا ہے کس گل سے رنگ چمن — کہ ہر نخل گلگوں قبا ہو گیا
انا الحق بھلا قول منصور تہا — بتاؤ تو بندا خدا ہو گیا

ایضاً

پوچھتے ہو کہ سرّ وحدت کیا — ماسوا کی بھلا حقیقت کیا
ہم نہیں جانتے قیامت کیا — آج اگر تم ملو قباحت کیا
واعظو اوسکو دیکھ لو پہلے — پھر کہو حور کیا ہے جنت کیا
نہ گرے اوس نگاہ سے کوئی — اور افتاد کیا مصیبت کیا
نقد ہستی نثار یار کرے — یہ نہیں ہے تو پھر محبت کیا
عاشقی میں ہے محویت درکار — راحت وصل و رنج فرقت کیا
جن میں چرچا نہ کچھ تمہارا ہو — ایسے احباب ایسی صحبت کیا
اوس سے مل جو ہمیشہ ساتھ رہے — بے وفاؤں سے لطف صحبت کیا
باغ رضواں بھی باغ ہے آخر — سیر گل کے لئے ریاضت کیا
ملنے والوں سے راہ پیدا کر — اوسکے ملنے کی اور صورت کیا
بس تمہاری طرف سے جو کچھ ہو — میری سعی اور میری ہمت کیا
اوسکے حق دار ہم شرابی ہے — اہل تقوے و ابر رحمت کیا
جاتے ہو جاؤ ہم بھی رخصت ہیں — ہجر میں زندگی کی مدت کیا
گوشہ گیری حدیث نفس کے ساتھ — دل ہی مجمع میں ہے تو عزلت کیا

کوئی تیرے سوا کہیں سے ہی
یوں ملوں تم سے میں کہ میں ہی ہوں
اور ہمت بلند کرائے شیخ

بدگمانی کی مجھ سے علت کیا
دوسرا جب ہوا تو خلوت کیا
طمع وخوف کی عبادت کیا

آسی مست کا کلام سنو
وعظ کیا پند کیا نصیحت کیا

میں جو الزام محبت میں گرفتار ہوا
سوئے جنت مجھے اس کوچہ سے کیوں لیجاتے
آپ بھیجا مجھے اور آپ بلایا اوس نے
جز فنا راہ رہائی نہ اوسے ہاتھ آئی
میں نہ کیوں محشر دیدار کو مقتل سمجھوں
ہمت اوسکی ہے دل اوسکا ہے جگر اوسکا ہے

قیدی سلسلۂ حیدر کرار ہوا
جان دی آپ برای جان گنہگار ہوا
بار احسان سے کسی کے نہ گرانبار رہوا
جو ترے دام محبت میں گرفتار ہوا
کشتہ تیغ ادائے نگہ یار ہوا
جان کو بیچ کے تیرا جو خریدار ہوا

بک گئے روز ازل پیر خرابات کے ہاتھ
ہم ہوئے تم ہوئے یا آسی میخوار ہوا

بدرقہ راہ طلب میں نہیں ہمت کے سوا
اور کیا چاہتی ہے آرزوی دل اون سے
نظر ناظر و منظور نہ جب ایک ہوئے
کچھ خبر کوچہ جاناں کی بھی ہے اے واعظ
تابع خواہش محبوب ہو خواہش جبکی
حسن صورت کے لئے خوبی سیرت ہے ضرور

راہبر کوئی نہیں جوش محبت کے سوا
کچھ نہیں حسن کی سرکار میں حسرت کے سوا
کیا ملا روز قیامت میں ندامت کے سوا
عشق بازوں کی ہی جنت تری جنت کے سوا
رنج مایوس اوسکے نہ آئے کبھی راحت کے سوا
گل وہی جس میں کہ خوشبو بھی ہو رنگت کے سوا

پوچھتے ہو شہ جیلاں کے فضائل آسی
ہر فضیلت کے وہ جامع ہیں نبوت کے سوا

فرد

پر تو عارض سے ہے دریا نور کا ۔۔۔ زلف صحرا ہے سکندر پور کا

دیگر

دل جوا مڈا پھوٹ نکلے ہر بن مو سے سرشک ۔۔۔ پیکر خاکی میں عالم تہا سبوئے خام کا

یار ہے دل تنگ یا دل چاک یا پژمردہ دل ۔۔۔ صورت گل منہ نہ دیکھا عمر بھر آرام کا

فرد: زینت مسجد دعا ہم دسوختہ جانوں کی ہر ۔۔۔ دود دل ہوتا ہے وسمہ ابروئے محراب کو

فرد: قصر دل میں جب کسی دن آپکا آنا ہوا ۔۔۔ یہ ہوئی رفعت کہ بام عرش تہ خانہ ہوا

ایضاً

پیش نظر نہیں گل رعنا ء مصطفاؐ ۔۔۔ نالاں نہ کیوں ہو بلبل گلزار مصطفاؐ

یوسف سے سیکڑوں ہیں خریدار مصطفاؐ ۔۔۔ مثل مسیح لاکہوں ہیں بیمار مصطفاؐ

موسی کی طرح عشق ہیں خریدار مصطفاؐ ۔۔۔ ہے برق طور گرمی بازار مصطفاؐ

دیکھا خدا کے پردے میں موسیٰ نے طور پر ۔۔۔ لمعان برق جلوۂ رخسار مصطفاؐ

جو شے تری نگاہ سے گزرے درود پڑہ ۔۔۔ ہر جز وو کل ہے مظہر انوار مصطفاؐ

جو حامل حدیث ہوا جبرئیل ہے ۔۔۔ گویا خدا کی بات ہے گفتار مصطفاؐ

پہر ہمسری کسی کی کہاں اب خوش آتی ہے ۔۔۔ اپنا ظہور خاص ہے اظہار مصطفاؐ

اپنی نظر میں آپ درآدن محال ہے ۔۔۔ گہیرے ہوئے ہیں جلوۂ انوار مصطفاؐ

کیا سر بلند آپ کو اللہ نے کیا ۔۔۔ ہے نور غیب طرۂ دستار مصطفاؐ

پونجی تو غیر نقد گنہ ہاتہ میں نہیں ۔۔۔ بازار حشر میں ہوں خریدار مصطفاؐ

اے دل تو فرش رہ ہو کہ آخر خیال نے ۔۔۔ کھینچی شبیہ جلوۂ رفتار مصطفاؐ

جل بہن کے خاک ہو مرے دل سے ہوا غیر ۔۔۔ اے آبروے شعلہ رخسار مصطفاؐ

سینا نہیں مدینہ ہے آنکہیں اگر کھلیں ۔۔۔ دل میں ترے ہے جلوۂ دیدار مصطفاؐ

تاریکیٔ لحد سے دہلتے تھے عمر بھر
ہر گوشۂ لحد میں ہیں انوار مصطفا

حال درون پردۂ زندان ست پرس
ہیں اہل محمدؐ حافظ اسرار مصطفا

اکثر زبان حال سے نرگس کے یہ سنا
اچھے وہی ہیں جو کہ ہیں بیمار مصطفا

ممکن نہیں کہ شاہد وحدت ہو جلوہ گر
جب آنکھوں پر ہو پردۂ انکار مصطفا

قابل درود پڑھنے کے ہیں اوسکے تھیجے
آسی ہے بلبل گل رخسار مصطفا

اہل ہمت کا کبھی بیجا نہ دیکھا اضطراب
عین ہستی ہے برائے موج دریا اضطراب

ناصح اندھا ہے جو سمجھا ہے ہمارا اضطراب
صورت امواج میں کرتا ہی دریا اضطراب

مر گئے پر جو فنا ہو جاے وہ کیا اضطراب
سیکھ جاے آپکے کشتے سے پارا اضطراب

کیا ہماری خاک سمجھا یا کہ کوچے آپکا
خاک اوڑانے میں جو کرتا ہے بگولا اضطراب

تیرے روکے ہم کہیں رکتے ہیں واعظ تو سہی
جب کرے بہر طواف یار کعبا اضطراب

بعد مردن ہو تو ہوا سے پند گو یہہ تجربہ
عشق بازوں کو سکون اچھا کہ اچھا اضطراب

کیا ہمیں چلنا نہیں ہے جانب ملک عدم
دم توڑے ہے ای شرار جستہ اتنا اضطراب

حشر کا میدان اور اوس میں دل دیدار جو
وہ سراسر فتنہ یارب یہ سراپا اضطراب

طائر جاں کو نکلنے دے قفس سے صبر کر
دیکھنا ہو جائیگا اک روز عنقا اضطراب

ایسی حالت یا الٰہی اور میں مرتا نہیں
جاں فزا ہے درد دل یا روح افزا اضطراب

مثل سیماب آگیا آخر بس کشتن قرار
آرزو سے قتل ہی میں تہا وہ سارا اضطراب

سانس لینا مشکل اور اوسپر تڑپنا لوٹنا
ہائے یہ بے طاقتی اور اس طرح کا اضطراب

گریۂ وقت دعا بیتابی حسن قبول
جیسے پانی دیکھکر کرتا ہے پیاسا اضطراب

واہ واہ حسن مذاق تلخ کام عشق واہ
لذت افزا زار نالی راحت افزا اضطراب

جوش ناز جلوہ برق خرمن صبر و قرار
ذرے کو ہوتا ہے پیش مہر کیا کیا اضطراب

اضطراب کلفت ناکامئ دل آرزو
موجۂ طوفان زہر آب تمنا اضطراب

کیا امید زندگی اب آسی بیتاب کی
جانگسل آزار الفت روح فرسا اضطراب

رات ہے رات تو ہیں دخوش اوقات کی رات
ہم گدایان در پیر خرابات کی رات

گریۂ غم ہے کہ ساون کی جھڑی تادم صبح
رات دن ہوتی ہے اللہ رے تیری قدرت

شب دیجور ہے یا ظلمت ایام فراق
سخت دشوار تھی معشوق سے عاشق کی شناخت

رات خاک کف پا اوسکے سگ در کی ملی
بعد تھا قرب جدائی تھی اگر عین وصال

وقت ہوتے کے جھگڑے ہیں وجود اور عدم
کچھ ہمیں سمجھینگے یا روز قیامت والے

پھر نہ سجدے سے اٹھے کرکے شب وصل کی قدر
رات ساتھ آئیگی آنے دو جو وہ ذلکو بھی آئیں

تندی بادۂ جلوہ میں ہے روز محشر
گریۂ شوق کی یا ذوق مناجات کی رات

ہے شب قدر سے دعوائے مساوات کی رات
کوئی موسم ہو یہاں رہتی ہے برسات کی رات

عید کا روز ہے یارونکی ملاقات کی رات
کیا لکھی تھی میری تقدیر میں ونرات کی رات

وصل کی رات نہ تھی تھی وہ طلسمات کی رات
اور کیا اس سے سوا ہو گی مباہات کی رات

یاد ہے اے کشش دل وہ کرامات کی رات
دن ستاروں کی نمائش ہو ذرات کی رات

جسطرح کٹتی ہے امید ملاقات کی رات
کہ شب قدر تھی طاعات و عبادات کی رات

زلف کی زلف ہے وہ زلف سیہ رات کی رات
ہم گدایان در پیر خرابات کی رات

اب تو پھوے نہ سمائینگے کفن میں آسی
ہے شب گور بھی اُس گل کی ملاقات کی رات

دفا دشمن ہو تم یا ہو جفا دوست
بہر صورت مجھے رہنا رضا دوست

کوئی دشمن ہو آسی یا مرادوست
میں سب کا دوست کیا دشمن ہو کیا دوست

جگر دل دونوں زخمی مرلقا دوست
نہیں کھلتا کہ وہ دشمن ہے یا دوست

ترقی و منزل کی نہ پوچھو
میں دشمن ہو گیا دشمن ہوا دوست

مرا سینہ حریف طور سینا
میرا دل جلوۂ برق فنا دوست

مجھے نیرنگ دل نے مار ڈالا
یہ دشمن کا ہے دشمن دوست کا دوست

خدائی چاہتی ہے ہم خدا ہوں
کوئی ہو گا نہ ہو گا جو بقا دوست

فریب عالم صورت سے بچنا
نہیں کوئی کسی کا جز خدا دوست

نشان ہستی عاشق نہ رکھا
مگر دشمن ہے دشمن سے سوا دوست

فقیروں کا بنا لو بھیس آسی
وہ شاہنشاہ خوباں ہے گدا دوست

دعا میں رات آسی کو بھی پایا
نہیں کوئی نہ ہو جو مدعا دوست

سر میں سودا ہے تو سودائی محمد ارشد
دل جو شیدا ہے تو شیدائے محمد ارشد

کچھ نہ پوچھو مجھے کس دشت میں کس صحرا میں
لئے پھرتی ہے تمنائے محمد ارشد

سیر اقطار حقیقت کے لئے سالک کو
نادرہ نقد تولائے محمد ارشد

ناخن پائے مبارک سے سر اقدس تک
جلوۂ حق ہے سراپائے محمد ارشد

ماہ و خورشید و کواکب کو سمجھتے کیا ہو
ہیں یہ سب فیض تجلائے محمد ارشد

دل کو کر دیتی ہے مرآت جمال ازلی
نگہہ لطف دل آرائے محمد ارشد

مشعل راہ ہدایت ہے اگر ہاتھ آجائے
ذرۂ خاک کف پائے محمد ارشد

ہائے رے ہائے وہ الطاف و عنایات کی رات
اے میں قربان کرم ہائے محمد ارشد

آنکھیں ٹھہری نہ تمہاری ہوں تو اے شمس و قمر
دیکھو نور رخ زیبائے محمد ارشد

کھینچی ہے عالم بالا میں بھی طوبےٰ نے کہیں
صورت قامت رعنائے محمد ارشد

کر دیا دولت کونین سے آسی کو غنی
واہ رے گنج تولائے محمد ارشد

وہاں پہونچکے یہ کہنا صبا سلام کے بعد
کہ تیرے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

شب وصال بیان غم جدائی کیا
فضول ہے گلہ زخم التیام کے بعد

وہاں بھی وعدۂ دیدار اس طرح ٹالا
کہ خاص لوگ طلب ہونگے بار عام کے بعد

گناہ گار کی سن لو تو صاف صاف یہ ہے
کہ لطف و رحم و کرم کیا پھر انتقام کے بعد

طلب تمام ہو مطلوب کی اگر حد ہو
لگا ہوا ہے یہاں کوچ ہر مقام کے بعد

وہ خط وہ چہرہ وہ زلف سیاہ تو دیکھو
کہ شام صبح کے بعد آئی صبح شام کے بعد

پیام بر کو روانہ کیا تو رشک آیا
نہ ہمکلام ہوا اوس سے مرے کلام کے بعد

ابھی تو دیکھتے ہیں ظرف بادہ خواروں کا
صبو و خم کی بھی ہڑگی دور جام کے بعد

الٰہی آسی بیتاب کس سے چھوٹا ہے
کہ خط میں روز قیامت لکھا ہے نام کے بعد

کہاں گلشن کہاں روئے محمدؐ
کہاں سنبل کہاں موئے محمدؐ

ہے عالم آہن و آہن ربا کا
کھنچا جاتا ہے دل سوئے محمدؐ

نہ چھانی مشقت خاک ابھی کسی نے
ہے دل ہی میں رہ کوئے محمدؐ

ہے کیا رحم و کرم بندہ نواز اُنکا
خدا سے ملتی ہے خوئے محمدؐ

دل صد چاک میں مانند شانہ
رچی ہے بوئے گیسوئے محمدؐ

دم جاں بخش اعجاز مسیحا
نسیم گلشن کوئے محمدؐ

حیات جاوداں پاتا ہے آسی
قتیل تیغ ابروئے محمدؐ

وہ کون حسرت تھی دل میں آسی کہ وقت صد پیچ و تاب ہو کر
جب آنکھوں تک جوش کھا کے آئی ٹپک پڑی خون ناب ہو کر

بلندی اوسکی اوسی کی پستی ہر ایک شے میں اوسی کی ہستی

عروج اوسی کا رسول ہوکر نزول اوسی کا کتاب ہوکر

ہنوز پردے میں تم ہو لیکن ہزاروں فتنے اوٹھا دئے ہیں
مگر قیامت کروگے برپا جو نکلوگے بے حجاب ہوکر

شگوفہ تہا دل کی بیکلی کا لطیفہ تہا بس وہ عاشقی کا
ادہر سے نکلا سوال ہوکر ادہر سے آیا جواب ہوکر

نعیم کیسی تجلی کرشمے سارے یہ حسن کے ہیں
کسیکو لوٹا ثواب ہوکر کسی کو مارا عذاب ہوکر

وہ حسن جسپر نظر نہ ٹہرے بہار اوسکی دکھا رہی ہے
کہیں صباحت نقاب ہوکر کہیں ملاحت حجاب ہوکر

خبر جو محشر میں بہیڑ کی ہے وہ حسرتوں کا ہجوم ہوگا
وہ داغ ہوگا کسیکے دل کا جو چمکیگا آفتاب ہوکر

شناخت اوسکی ہو سہل کیونکر کہ جب نہ تب ہیں اک نیا ہے
وہ دنکو خورشید ہوکے نکلے تو راتکو ماہتاب ہوکر

میں دل سے اوس شیخ کا ہوں قایل مجھ میکدے میں پڑہی تہجد
لگائے مسجد میں نعرے ہو حق کے محو دور شراب ہوکر

فراق میں اس قدر نہ تڑپو ابہی تمہیں کچھ خبر نہیں ہے
بڑہے گی کچھہ اور بے قراری وصال میں کامیاب ہوکر

نہ کر تو اتنی مذمت اسکی بہشت کی چیز ہے یہہ واعظ
یہہ ملکیہ سے جوش بحر رحمت اگرچہ آیا شراب ہوکر

بچہا کے دام فریب پیری کسیکو بے ذوق کردیا ہے
کسیکو بلبل بنالیا ہے بہار باغ شباب ہوکر

وہ جسم تہا یا کوئی گل تر شمیم جسکی وہ روح پرور
جدہر سے گذرے بسا وہ رستا بہا پسینا گلاب ہوکر

نگاہ ہے برچھی نہیں ہے اونکی کہ غمزہ اونکا نہیں ہی خنجر
کریں گے اقرار خون آسی کبہی تو وہ لاجواب ہوکر

پڑا جو بچہ صیاد جسم لاغر پر
نہ میرے دل نہ جگر پر نہ دیدۂ تر پر
تمہارے حسن کی تصویر کوئی کیا کھینچے
کسی نے لی رہ کعبہ کوئی گیا سوے دیر
گناہگار ہوں میں واعظو تمہیں کیا فکر
اون ابروؤں سے کہو کشتنی میں جان بہی ہی
پلادے آج کہ مرتے ہیں رندا اے ساقی
صلاحیت بہی تو پیدا کرا اے دل مضطر
وفور جوش ضیا اور اون کے دانتو نکا

تو ہڈیاں ہوئیں باہر بدن کے اندر پر
کرم کرے وہ نشان قدم تو پتہر پر
نظر ٹہرتی نہیں عارض منور پر
پڑے رہے ترے بندے مگر ترے در پر
میرا معاملہ چھوڑو شفیع محشر پر
اسی کے واسطے خنجر کہینچا ہے خنجر پر
ضرور کیا کہ یہ جلسہ ہو آب کوثر پر
پڑا ہے نقش کف پاے یار پتہر پر
حباب گنبد گردوں ہے آب گوہر پر

اخیر وقت ہے آسی چلو مدینے کو
نثار ہوکے مرو تربت پیمبر پر

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہوکر
کیا جو عشق نے کاہیدہ مثل کاہ مجھے
قرار جز دل عاشق کجا حسیناں را
نہ پوچھو تندی و تیزی مے محبت کی
میرا سفینہ تلاطم میں بحر عشق کے ہے
بجز تمہارے کسی کا وجود ہو یہ محال

اوتر پڑا ہے مدینے میں مصطفا ہوکر
کشش کسی کی اوڑا لیگئی ہوا ہوکر
وہ آخر آئے میرے دلمیں جا بجا ہوکر
جسے یہ نشہ چڑہا رہگیا فنا ہوکر
مزا تو جب ہے خدا آئے نا خدا ہوکر
مگر تمہیں نظر آتے ہو ما سوا ہوکر

نثار کیوں نہ کریں جان اوسپرائے آسی
فلک سے جا کے لگے جسکی خاک پا ہوکر

کیا مجھسے طلب کرے یہ جاں سوز — بس ایک نگاہ دوجہاں سوز
شعلہ بھی ہے کیا شبیہ مجھ سے — ظاہر باطن نہاں عیاں سوز
وہ حال تپ فراق پوچھیں — جانا کہ یہ ذکر ہے زباں سوز
کچھ سوز دروں کی انتہا ہے — اک آہ ضعیف مغز جاں سوز
ہم اور خموش اے قیامت — گرمی جلوے کی ہے فغاں سوز
کس دشت میں عشق نے تھکایا — ہر رنگ رواں ہے کارواں سوز
ہر داغ جگر ہے غیرت گل — ہر آتش گل ہے گلستاں سوز
بلبل سے ہے کہ آسمان اندوہ — نالہ ہے کہ برق آشیاں سوز
خود شعلہ ہے ساز سوز شعلہ — کیوں جوش فغاں نہو فغاں سوز
سرجوش شراب ناب غم تھا — یا آتش تند خانماں سوز
ساقی کی نگاہ مست تھی وہ — یا بادۂ تند استخواں سوز
بے پردہ ہے عرش کا نظارا — ہر نالہ دل ہے آسماں سوز
اوس خلوت راز کے طلسمات — جو راز کھلا وہ رازداں سوز

وہ جان نزار آسی زار
وہ تاب گداز غم تواں سوز

گل باغ میں زر ریز ہیں شبنم ہے گہر ریز — اک ہم ہیں کہ دن رات رہے لخت جگر ریز
جز اسکے کہ آنکھیں ہوں کبھی لخت جگر ریز — دیکھا ہی نہیں نخل محبت کو ثمر ریز
بس بس میرے آگے نہ کرا ے مرغ سحر ریز — تیرا بھی کبھی نالہ ہوا کوئی شرر ریز
اوس رشک چمن ترک کے صحبت کی یہ تاثیر — بلبل کی طرح کرتے ہیں گلہائے سخن ریز

کیا جانیے سینے میں کہاں آگ لگی ہے
آہیں ہیں دہواں دہار تو نالے شرر ریز

کیوں عاشق گریاں سے ملاتے نہیں آنکھیں
دیکھو یہہ وہ آنکھیں ہیں کہ رہتی ہیں گہر ریز

شیرینی لعل لب جاناں سے ہے ظاہر
طوطی خط سبز حسیناں ہے شکر ریز

موقع ہے یہی تجھ سے اوڑا کیوں نہیں جاتا
کیا ہجر ہے اے طائر جاں موسم پر ریز

یہ شام شب وصل ہے دہوکے میں نہ آنا
آسی رُخ محبوب ہے خود نور سحر ریز

حسن کی کم نہ ہوئی گرمی بازار ہنوز
نقد جاں تک لئے پہرتے ہیں خریدار ہنوز

طائر جان قفس تن سے تو چہوٹا لیکن
دام گیسو میں کسی کے ہے گرفتار ہنوز

ساتہہ چہوڑا سفر ملک عدم میں سب نے
ساتہہ لیٹی ہی رہی حسرت دیدار ہنوز

میں بہی تہا روز ازل صحبتئے بزم الست
بہولتی ہی نہیں وہ لذت گفتار ہنوز

اپنے عیسیٰ نفسی کی بہی تو کچہ شرم کرو
چشم بیمار کے بیمار ہیں بیمار ہنوز

کیا خراباتیوں کو حضرت آسی نہ ملے
کہ سلامت ہے وہی جبہ و دستار ہنوز

ایک عالم ہے کہ مقتل میں ہے قاتل کی طرف
دہار خنجر کی فقط عاشق بیدل کیطرف

اوس سے مانگا بہی اگر کچہ تو اوسیکو مانگا
دیکہنا حوصلۂ ہمت سائل کی طرف

مستئ نعرہ ہو حق بہی کہیں وعظ میں ہے
چہوڑ کر حق کو عبث جاتے ہیں باطل کیطرف

زور ہے جوش طلب کا کہ اوسی کی ہے کشش
خود بخود پاؤں اُٹہے جاتے ہیں منزل کیطرف

ترک دنیا تو ہے دنیا طلبی سے آسان
چہوڑ کر سہل عبث جاتے ہیں مشکل کیطرف

نسبت شرک بجز ہمت بیجا کیا ہے
دل ہے جب اوسکی طرف رخ ہے وسائل کیطرف

ہائے تم نالۂ پر درد ہمارا نہ سنو
گوش گل ہے ہمہ تن شور عنادل کیطرف

کون اہیں گہاٹ سے اوترا کہ جناب آسی
بوسہ لینے کو جہکے ہیں لب ساحل کی طرف

لب بلب ہے آج تجھسے تیرے مستانے کی خاک
خوب پہچان اے بت مے نوش پیمانے کی خاک

حشر ونشر حسرت واندوہ دیکھا رات دن
کیا قیامت خیز نکلی تیرے دیوانے کی خاک

بے سبب اُڑتا نہیں اسکا یہاں صہبا کشو
قالب خم میں مگر ڈالی تہی مے خانے کی خاک

اک ذرا دامن اٹھائے اے نگار شمع رو
شعلہ زار سوز غم ہے تیرے پروانے کی خاک

وہ تو کیوں آنے لگے پھر کہ سبب ای بیخودی
گردۂ باغ ارم ہے میری ویرانے کی خاک

گردش صد جام وحشت ایک اک ذری میں ہے
بزم صہبائے جنوں ہے تیرے دیوانے کی خاک

ایکہ گوئی تابش ہر ذرہ از تاب خور است
مطلع نور خدا ہے ہر صنم خانے کی خاک

ہائے اُن قسمت زدوں کے سینہ وقلب و جگر
جنکے قالب میں پڑی ہے میرے غمخانے کی خاک

ذوق اہل شکر و زہد خشک ایدل ہائے ہائے
صرف جام بادہ کر سبحہ کے ہر دانے کی خاک

تیرے ہی جلوے ہیں جب توڑا بت پندار کو
لاکھ کعبے کا ہیولا تھا بت خانے کی خاک

ایک اک ذرہ ہے فرد دفتر صد سوز غم
داستان سنج دل عاشق ہے پروانے کی خاک

تا سحر وہ بھی نچھوڑی تو نے او باد صبا
یادگار رونق محفل تھی پروانے کی خاک

بوالہوس تجھکو اگر ہی گنج مخفی کی تلاش
چھاننی تھی مثل آسی دل کے ویرانے کی خاک

سن لے میری اے خدائے غوث پاک
تا بکے تڑپوں برائے غوث پاک

دل ہے اے آسی فدائے غوث پاک
جان شیدا مبتلائے غوث پاک

جانئے اوسکو ولی اللہ کا
جسکے دلمیں ہو ولائے غوث پاک

گردنیں ہوں اولیا کی زیر پا
کون ایسا ہے سوائے غوث پاک

نور چشم مصطفیٰ و مرتضیٰ
نور حسن دلکشائے غوث پاک

دیکھئے شان علوئے مرتبت
عرش ہے دولت سرائے غوث پاک

کیوں رہے یہ کعبۂ دل بے غلاف
ہاتھ اگر آئے ردائے غوث پاک

زیر فرماں ہیں زمین و آسماں
رشک سلطاں ہے گدائے غوث پاک

روز محشر آسی بیچارہ کو
بخشنا یارب برائے غوث پاک

بلبل تو غش میں دیکھ کے بے پردہ روئے گل
گلچین سیاہ مست چڑھا کر سبوئے گل

بلبل بھی ہوتی آئینہ حسن روئے گل
کرتی جو رنگ گل کی طرح جستجوئے گل

ڈالا شگاف غم نے دل عندلیب میں
تو کھل گیا در قفس آرزوئے گل

وسعت ہے ذوق مستی بلبل کے واسطے
لبریز رنگ بادہ سے ہے چار سوئے گل

لڑواؤگے کبھی نہ کبھی عندلیب سے
گالوں میں رنگ گل ہے تو بالوں میں بوئے گل

میں اور نالہ ہائے جگر دوز آسماں
چوگاں آہ بلبل شیدا او گوئے گل

سمجھو ہمارے عشق کی حد اپنے حسن سے
آئینہ دار حالت بلبل ہے روئے گل

بلبل کو حوصلہ چمن کوئے یار کا
کیا ہوش اوسکے جاتے رہے روبروئے گل

بازار و کنج خلوت عصمت خدا کی شان
آخر شراب حسن نے توڑا وضوئے گل

پردا اوٹھا دے روئے حقیقت سے ای صبا
ہر گل ہو بلبل چمن رنگ و بوئے گل

بلبل کے عشق میں ہو اگر کیف معرفت
مینائے سرو میں ہے شراب سبوئے گل

اوسکے سوا تو قابل الفت کوئی نہیں
بلبل نے کر دیا مجھے مشتاق روئے گل

جز عشق کس میں قوت ادراک ناز حسن
بلبل کے اشک غم سے بڑھی آبروئے گل

میں جانتا ہوں جذب محبت کے معجزے
اے عندلیب غنچہ منقار و بوئے گل

اوس غیرت بہار نے عزم چمن کیا
آسی نظر پڑی کسی کی بھی سوئے گل

ساتوں فلک ہیں نقطۂ ناف فضائے دل
یعنی نگاہ ہو تو نہیں کچھ ورائے دل

دل جس سے لگ گیا وہی نکلا بجائے دل
یا یوں کہو کہ کچھ بھی نہیں ہے سوائے دل

کچھ ضعف ہے کہ بست ہوئے نالہائے دل
یا چوٹ کہاکے بہوش گیا ہے درائے دل

سوگند بے دلوں کی تجھے اے عذائے دل
دینا ہو کچھ مجھے تو نہ دنیا سوائے دل

انسان کے لئے نہیں دولت سوائے دل
در در بپھرو جہان میں ہوکر گدائے دل

کیا جانو قیمت گہر بے بہائے دل
در در بپھرو جہان میں ہوکر گدائے دل

اے تیغ بے گنہ کش ابروے دل رُبا
ناخن ترا ہے عقدۂ مشکلکشائے دل

دل ملگیا تو سلطنت دو جہاں ملی
در در بپھرو جہان میں ہوکر گدائے دل

کچھ بھی نہ آرزو ہو یہ ہے دل کی آرزو
کوئی نہ مدعا ہو یہ ہے مدعائے دل

عیسیٰ وہی جو زندہ کرے دل مرا ہوا
بس خضر وہ اودہر کو جو ہو رہنمائے دل

دلبر کسیکو سمجھے تھے دشمن کسیکو ہم
دیکھا جو غور سے تو نہ تہا کچہ سوائے دل

کشور کشا وہی جسے ہو فتح دل نصیب
شاہی اوسیکی جو کہ ہو فرماں روائے دل

دلبر سے ملنے کی جو ہوس ہی تو دلکو ڈہونڈہ
راہ وصال یار سے ذوق لقائے دل

تم اور دل میں اب تو کہوں گا پکار کر
دلکی نہ ابتدا ہے نہ ہے انتہائے دل

مانگوں جو میں بہشت تو دوزخ نصیب ہو
تیرے سوا ہو کچھ بھی اگر مدعائے دل

رہتا ہوں تیرے دل میں یہ دعویٰ ہے آپکا
فرمائیے تو کیا ہے میرا مدعائے دل

دل تہا وہ جسنے کہود کے پھینکا پہاڑ کو
جاں اپنی کوہکن کی طرح کر فدائے دل

رہتے ہو دل میں واقف اسرار دل ہو تم
پورا کرو بغیر سے کہے مدعائے دل

بیتابی فراق میں تا اوج بام چرخ
دیکھا جو غور سے تو نہ تہا کچہ سوائے دل

توحید مدعا و رہ عشق واہ وا
دونوں ہیں ایک آئے کسی پر کہ جائے دل

صدقے میں زور بازوے اطہر کے یا علی
آسی کو اپنے کیجئے خیبر کشائے دل

اے سر تخلیق آدم صلی اللہ علیہ وسلم
اے نور خلاق عالم صلی اللہ علیک وسلم

اے میرے زخم جگر کے مرہم صلی اللہ علیک وسلم
اے میرے رشک عیسی مریم صلی اللہ علیک وسلم

آپ ہوئے مکے میں پیدا دین حق نے جلوہ پایا
ہو گئے نسخ ادیان مقدم صلی اللہ علیک وسلم

کعبہ ہے زاہد کا قبلہ میں تو ہوں تیرا عاشق شیدا
قبلہ میرا ترے ابروی پرخم صلی اللہ علیک وسلم

آپ ہوئے ناسوت میں پیدا دیکھ لیا لاہوتی جلوہ
جلوہ حق ہے ذات اکرم صلی اللہ علیک وسلم

فرش سے تا سر عرش اعظم نورانی ہے سارا عالم
پہیلا ہے کیا نور مقدم
~~قدسیوں سے ملک سیہ بر تم~~ صلی اللہ علیک وسلم

اے میرے مولا اے میرے آقا مرتا ہے اب آسی شیدا
قدوسیوں سے ملک در پردہ تم
~~پہیلا ہے کیا نور مقدم~~ صلی اللہ علیک وسلم

ہتا نہیں کچھ بھی نشان عالم آپ تھے حبیب سلطان عالم
صدقے آپکے جان عالم صلی اللہ علیک وسلم

فضل الہی سے ہے اسدم وقت حضور سرور عالم
کہتے جاؤ یارو ہیم صلی اللہ علیک وسلم

ظاہر میں تو ہیں مگر نہیں ہم
دریائے رواں ہوں کہیں ہم

اے روے سیاہ دیکھ مرکر
کالا نہ کریں دل زمیں ہم

دشمن سے بھی ہوے دوست آئی
کس سے رکھینگے بغض و کیں ہم

بجھم تھے ہلال بدر پور ب
ہر سمت نظر پڑے ہمیں ہم

اوسکا بھی تو اب پتا نہیں ہے
لائے تھے یہاں دل حزیں ہم

اللہ رے نور سجدۂ شوق
مہ رو تم ہو تو مہ جبیں ہم

عاشق سے نور نگ رخ نہ سنبھلا
اونکو دعوے کہ نازنیں ہم

کہتے ہیں کہ ہمکو کس نے ڈھونڈھا
جو ڈھونڈھے جہاں ملیں وہیں ہم

باتوں کی ہوس ہیں واعظو تم
جاں دادۂ لعل شکریں ہم

آباد کرو بھی خانۂ دل
اچھا نہیں تم کہیں کہیں ہم

بتخانہ و کعبہ کچھ نہ جانا
کیا جانیں خلاف کفرودیں ہم

ہو جوش بہار گل ہمیں کیا
دستار نہ جیب و آستیں ہم

تم چھیڑو لحد میں اے فرشتو
ہیں بندۂ شاہ مرسلیں ہم

اپنی شیریں کلامیوں سے — لٹواتے ہیں قند و انگبیں ہم

آسی بہی نہ کرسکیں گے انکار
باتیں کہتے ہیں دل نشیں ہم

جو آئی رنگ پر اپنی نحافت آشنائی میں — رہونگا چور بنکر یار کے دست حنائی میں
ادہی خط سے سمجھ لو کیسی ظلمت ہے جدائی میں — سواد روز فرقت ہے جو حل ہے روشنائی میں
ادب آموز نکلا عجز راہ آشنائی میں — حباب سا میں آنکھوں سے چلا ہے دست پائی میں
تڑپ کر رہ گئے کیوں ہم وہ کیا دیکھا جدا ہوکر — مگر تیری ہی صورت تہی صنم تیری جدائی میں
یہ کہہ سکتا نہیں کس نے چُرایا نقد دل میرا — مگر اتنا کہونگا چور ہے دست حنائی میں
تامل کرکے سبکو سینے دیکھا تو نظر آیا — ترا ثانی نہ نکلا ای صنم ساری خدائی میں
یہ بیہوشی کہانکی ای شب غم صورت موسے — مگر کیفائے دیدار ہے درد جدائی میں
کہاں داغی کہاں بیداغ پہر کیونکر برابر ہوں — نہ لالہ رنگ میں پائے نہ چاند اونکو صفائی میں
کلام اتنا ہے ای بلبل کہ درد ایسا نہیں ممکن — یہ مانا مجہسے تو کچہ کم نہیں رنگیں نوائی میں
بُرا لیوں مانیں ہم جو ہمیں چاہو شوق سے بدلو — ہماری ہی نمائش ہے تمہاری خودنمائی میں
ابہی خط بہی نہیں آیا کہ ہوتے ہو جدا ہم سے — تم اپنے حسن سے بہی بڑھ کے نکلے بیوفائی میں
اجل رکہی ہے فرقت میں نہ گہبرا ای دل مضطر — وصال آسان ہو جوہر ہے یہ تیغ جدائی میں
نہ دیکہی عالم بالا میں بہی سائل کی کچہ پرسش — بہرا ہے کاسۂ مہ چودہویں شب کی گدائی میں
عدو کو بہی ہماری طرح وہ بیدل کریں یارب — خدا ناکردہ کیوں فرق آئے اونکی دلربائی میں
دل درویش کی گردش ہے دور جام جمشیدی — مذاق سلطنت پایا ترے در کی گدائی میں
نہ کر ترک عمل ہرگز کہ اکثر دیکھ لیتے ہیں — رخ حسن قبول آئینہ زہد ریائی میں
کہاں کشتے یہ سمجہے تہے کہ مثل ابروے پرخم — خم شمشیر بہی پنہاں ہے آپکی کج ادائی میں
لباس ہستی عاشق کو رنگ شعلہ میں رنگنا — یہ جوہر ہے مئے دیدار کی رنگیں ادائی میں

جو حب زر ہے ای بے مغز الفت سے کنارا کر
حباب بحر کو خالی ہی دیکھا آشنائی میں

قدم رکھ سالک راہ طلب کا اپنے آنکھوں پر
نبان نقش پا کا مل اگر ہے رہنمائی میں

مٹا دیکھو گے دم بھر میں نشان ہستی وہی
حباب آسا جو کھلی جائیگی آنکھیں آشنائی میں

کہاں حجت کہاں چھینٹے شراب ناب گلگوں کے
کہو آسی یہ کیا دھبا لگا پارسائی میں

داغ دل دلبر نہیں سینے سے لپٹاتا ہوں کیوں
میں دل دشمن نہیں پہر یوں جلاجاتا ہوں کیوں

رات اتنا کہکے پہر عاشق تیرا غش کر گیا
جب وہی آتے نہیں میں آپ میں آتا ہوں کیوں

تنگنائے دہر فانی کوچۂ جاناں نہیں
قید خانے سے نکلتے پاؤں پہیلاتا ہوں کیوں

شمع بزم دہر ہوں یا شاہ عمر رواں
حل نہیں سکتا جگہہ سے پہر چلاجاتا ہوں کیوں

کچھہ کچھہ باد مخالف بزم ہستی میں چلی
پیری آئی ہے تو مثل شمع تہراتا ہوں کیوں

کیا اجل سنکر رقیب روسیہ آتا ہے آج
نزع کی کیوں کیفیت مجھپر ہے گھبراتا ہوں کیوں

طرح کا مصرع ہوا ہے جمع کے صیغے کے ساتھ
میں غزل مفرد میں اے آسی کہے جاتا ہوں کیوں

کوچۂ زلف صنم میں اہل دل جاتے ہیں کیوں
اور جاتے ہیں تو دل میں پہیر کہو آتے ہیں کیوں

شمع کے مانند ہے اپنا ہی کیا سوز و گداز
صورت پروانہ دشمن آکے جل جاتے ہیں کیوں

کوچہ چاک گریباں کوچۂ جاناں نہیں
قطرہ ہائے اشک حسرت سر کے بل آتے ہیں کیوں

کوہکن کہسار میں جنگل میں مجنوں ہے خراب
چہوڑکر کوچہ تمہارا ٹھوکریں کہاتے ہیں کیوں

مغز سر غیب شاید پوست کندہ کہدیا
کہاں سرہ کی ہماری طرح کہنچواتے ہیں کیوں

چہوٹ کیوں کہتا ہے ای قاصد کہ وہ آتے نہیں
وہ اگر آتے نہیں ہم آپ میں آتے ہیں کیوں

بہا گیا ہے ہمکناری سے جو وہ دریائے حسن
ہم نبان موج دست شوق پہیلاتے ہیں کیوں

یا تو اہل دل سے تہا ہر دم سوال درد دل
اب ہجوم درد ہے دلمیں تو گھبراتے ہیں کیوں

اونکی حسرت کے سواے کون اسمیں دوسرا
وعدی کی شب بہیجدیتے ہیں تصور مانگ کا
ہا شفقاں نذار پر چشم توجہ خیر ہے
تو ہی عاشق میں ہے یا کچہہ محویت ہی عشق کی
بل چکے اب آکے وہ بچہڑے ہوے ہوش وحواس
آرزو یہ ہے تمہارا دامن آنکہوں سے لگے
روز بازار جزا ہے اور خالی اپنے ہاتھ
جاے حیرت ہے طلسم اتحاد حسن و عشق
پتلیوں پر جا ہئے رکہنا غم دلدار کو

دل کی خلوت میں بہی وہ عاشق سے شرماتے ہیں کیوں
جب اونہیں آنا نہیں تو راہ دکہلاتے ہیں کیوں
آپ دامان نگہ کانٹوں میں الجہاتے ہیں کیوں
ہر رگ و پے میں تجہیں ایجان ہم پاتے ہیں کیوں
قافلے میں ہم جرس کی طرح چلاتے ہیں کیوں
کچہہ سمجہتے تہے ہو کہ ہم روتے ہوئے آتے ہیں کیوں
جب سمجہنا تہا نہ سمجہے آج پچہتاتے ہیں کیوں
آئینہ جب دیکہتے ہیں ہم تجہے پاتے ہیں کیوں
داغہاے دل ہمارے آنکہہ دکہلاتے ہیں کیوں

ہمنے مانا دام گیسو میں نہیں آتی اسیر
باغ میں نظارۂ سنبل سے گہبراتے ہیں کیوں

فرد

ہوں بگولا وہ خاک ہوں میں بہوں لہو نکلے ہوں وہ پانی
جلاؤں قسمت وہ آگ ہوں میں اوڑاؤں خاک اپنی وہ ہوا ہوں

غم دلبر کے سوا کچہہ نہیں اصلا دل میں
عرش ہے دل میں نہ مسجد ہے نہ کعبا دل ہے
نالۂ مرغ نوا سنج نہ تولا دل میں
اے خیال رخ گلرنگ چلا آ دل میں
سوے دشت اایک قدم آیک تری گہر کیطرف

جسکو خالی کروں غم بہی نہیں ایسا دلمیں
سب سہی یار مگر گہر ہے تمہارا دل ہے
باغ کی طرح کہاں رکہتے ہیں کانٹا دلمیں
پہول بہر دے صفت شیشۂ صہبا دل میں
سر میں سودا ہے تو ملنے کی تمنا دل میں

ہر جگہہ خالِ رخِ یار نے بدلا اک بہیس
تل بنا دیدۂ عاشق میں سویدا دل میں

آہ دل سرو ہے گل داغ ہیں نالے بلبل
ہے فراقِ بتِ گلرو چمن آرا دل میں

اشکہائے غم دنداں ہیں وزا ڈہیان میں لا
دے جگہہ موتیوں کو صورت دریا دلمیں

کیمیاگر وہی درویش ہے میرے نزدیک
ہوس زر کو کرے خوب جو کشتا دل میں

صورتِ آئینہ اپنی ہی نظر بازی ہے
آنکہہ بہر کر جسے گہورا اوسے پایا دل میں

نہ تڑپ اسقدر ای عاشق مضطر نہ تڑپ
دہیان اوسکا نہ کہیں ہو تہ وبالا دلمیں

ڈہونڈہتے پہرتے ہیں کہوئے ہوئے دلکو اپنے
ہمنے جس دن سے سنا گہر ہے تمہارا دلمیں

نور کے واسطے ظلمت ہے مقدم شاید
تپلیاں آنکھوں میں ہیں اور سویدا دلمیں

ہائے رے جاشننے درد کہ دیتا ہے جگہہ
چاک کو غنچہ گل داغ کو لالا دل میں

داغوں میں روشنی شمع سر طور ہے آج
کون ہے اے شبِ غم انجمن آرا دلمیں

طے کسی نے نہ کیا ذکر رسائی سے سلوک
صورت رشتۂ سبحہ ہے یہ رستا دل میں

کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِی شان کی نیرنگی ہے
دیکھہ تو کیا نظر آتا ہے تماشا دل میں

میں کروں دعوی اخلاص وفا ای توبہ
سر میں سودائے ارم الفت دنیا دلمیں

دیدہ ہے عام تو خاصان محمد کے لئے
کچہہ سمجھتے ہی نہیں حضرت موسی دل میں

کار امروز بفردا مگذار اے آسی
آج ہی چاہیئے اندیشۂ فردا دل میں

ایک جلوے کی ہوس اور وہ دم رحلت ہی نہیں
کچہ محبت نہیں ظالم تو مروت ہی نہیں

یار سے کہیئے کہ فرقت ہی تو فرقت ہی نہیں
اور نسبت میں ہے تمیز تو وصلت ہی نہیں

اوسکے کوچے میں کہاں کشمکش بیم ورجا
خوف دوزخ ہی نہیں خواہش جنت ہی نہیں

چمن سینۂ پر داغ میں تیرا جلوا
یار قابل ترے گلگشت کے جنت ہی نہیں

جو دیا تو نے وہ سب چہین لیا عاشق سے
شکر اسکا جو نہیں ہے تو شکایت ہی نہیں

ذوق مستی کی مذمت نہ کر اتنی ای شیخ
کیا تجھے نشۂ ذوق مے الفت ہی نہیں

بے نیازی ہی اوٹھالوں میں تری ناز کیطرح
کیا وہ طاقت نہ رہی مجھ میں تو ہمت ہی نہیں

آنکو کس منہ سے میں نظارگی دوست کہوں
صورت آئینہ حسن آنکھوں کو حیرت ہی نہیں

کس طرح کہئے کہ دیدار دکھایا اوسنے
باغ جنت ہی نہیں روز قیامت ہی نہیں

زہد و تقوی و صلاح و ورع و حسن عمل
کچھ نہیں مجھ میں مگر کیا تری رحمت ہی نہیں

اے تمنائے مے عیش یہ مینائے دہر
جائے دور مے رنگینی صحبت ہی نہیں

جذب کامل سے اوسے کھینچلوا حضرت دل
کیسے درویش ہو کچھ تم میں کرامت ہی نہیں

ہوش رفتہ دم نظارہ یہ فریادی تھے
ہائے دیدار کی صورت دم رخصت ہی نہیں

خاک بیزی رہ عشق میں یہ بات بھی
جسکو ذلت نہیں اوسکو کبھی عزت ہی نہیں

عین معنی ہے وہ دل عاشق معنی جو ہوا
ہائے وہ لوگ جو دلدادۂ صورت ہی نہیں

کبھی آسی سے ہم آغوش نہ دیکھا تجھکو
اثر جذب دل اہل محبت ہی نہیں

۱
مہتاب بحر یہ بہتے ہوئے اوپر او بھرتے ہیں
فنا دم بھر میں ہیں دم آشنائی کا جو بھرتے ہیں

۱۱
دل صد پارہ نازک طبع اپنا یاد آتا ہے
ہوا کے چلنے سے گلشن میں جب غنچے بکھرتے ہیں

۱۰
بھلا کس منہ سے ہم انکار درد عشق کرتے ہیں
نہیں کچھ ہے تو کیوں رہ رہ کے دل پر ہاتھ دھرتے ہیں

۱۲
جو آیا اونکے دام فکر میں پھر جا نہیں سکتا
پکڑ کر طائر مضموں کو شاعر پر کترتے ہیں

۹
کٹے یہ رات کیونکر ہائے کیا صدمے گذرتے ہیں
نہ وہ آتے نہ صبر آتا نہ نیند آتی نہ مرتے ہیں

۱۳
رخ مہتاب بے رنگی کے منہ کی پھبتی ہوتی ہے
شب مہتاب میں جب وہ نہا دھو کر نکھرتے ہیں

۳
عدو کیا دل ہی دل میں رشک سے بس پیس کے مرتے ہیں
دل وارفتۂ عاشق جو وہ پامال کرتے ہیں

۱۴
ہے اوس میں اور ہم میں آفتاب و شمع کا عالم
وہ جب تک آئے آئے آپ دنیا سے گذرتے ہیں

۴
اوکھلے گیسوئے شبرنگ میں فریاد کرتے ہیں
اندھیرے میں مگر طفل دل عشاق ڈرتے ہیں

ضعیفی و ناتوانی دیکھکر بیمار الفت کی	۱۵	ہرن چشم سیہ کے شیر بنکر بہرتے ہیں
وہیں کے ہم برنگ اشک ہو رہتے ہیں یا قسمت	۱۶	جہاں گھر سے نکلکر جوش رقت میں ٹھہرتے ہیں
عدو کیا موت ہی آنے سے اوسکے ہم جو ڈرتے ہیں	۵	تو کیا عمر رواں ہے جو ترے جانے سے مرتے ہیں
یہ نالا بھی مگر الفت کسی کی ہے جو کرتے ہیں	۶	یہ آہیں دن ہیں گویا زندگانی کے جو بھرتے ہیں
حیا جنکو خدا نے دی بگڑنے میں سنورتے ہیں	۷	اجی غیرت سے رنگ اڑتے نہیں چہرے نکھرتے ہیں
زبان تیغ قاتل سے نہ کچھ بولے یہ ڈرتے ہیں	۸	کہے قاتل تو کیا ہم قتل سے اپنے مکرتے ہیں
لب رنگیں کے غم میں اشک خوں رو روکے مرتے ہیں	۹	لہو سے ہم برنگ لالہ جام عمر بھرتے ہیں
زبان خنجر براب قاتل سے سنا ہمنے	۱۷	مسافر قلزم غم کے اجل کے گھاٹ اوترتے ہیں
اثر کچھ آہ و نالہ میں نہ کچھ تاثیر رونے میں	۱۸	تو پھر نام محبت ہم عبث بدنام کرتے ہیں

سه

تماشہ طرفہ عدو ہستی فانی ہے دیکھا بیدل	۱۹	ہزاروں بلبلے دن رات پانی پر اوبھرتے ہیں
اسی دلکی بدولت جو نہ ہونا تھا ہوا مجھپر	۲۰	میں خوش ہوتا ہوں اب دلپر جو کچھ صدمے گذرتے ہیں

سه

نتیجہ زندگی کا عشق بازی کے سوا کیا ہے	۲۱	حقیقت میں وہی جیتے ہیں بس تجھپر جو مرتے ہیں
مرے مے نوش نے اک روز کلی منہ سے پھینکی تھی	۲۲	حباب بحر جام بادہ بن بنکر اوبھرتے ہیں
ضرورت کیا دعا مانگو خدا سے مرگ عاشق کی	۲۳	جنازے پر اگر آجاؤ ہم بے موت مرتے ہیں
جرس کیطرح نالان ہو نہیں اپنے منہہ کو داغ سے	۲۴	جو سالک ہیں وہ روزے رکھکے طے یہہ راہ کرتے ہیں
عداوت ہے سیہ چشموں کو مجھسے بعد مردن بھی	۲۵	لحد پر جو اوگا سبزہ ہرن آآکے چرتے ہیں
کسی کشتی نشیں کی راہ تکتے ہیں مگر یہہ بھی	۲۶	سراپا چشم ہو کر کیوں حباب بحر اوبھرتے ہیں

نہ وہ بیتابی دل ہے نہ وہ بے خوابی فرقت
لحد میں چین سے عاشق پڑے آرام کرتے ہیں

وہ کیا صدمے ہیں جو ہمدیدہ کردیتے ہیں اک اک کو
برنگ اشک ہم یاروں کی آنکھوں سے گزرتے ہیں

نہ چاہے گا بھلا کوئی بھی مرنا اپنے دشمن کا
بہت خوش ہوں جو سنتا ہوں کہ تمپر غیر مرتے ہیں

تمہارا وصف دندان اپنی شرح گریہ لکھہ لکھکر
دُرِ خوش آب سے گویا قلم کے مُنہ کو بھرتے ہیں

کہیں جنبش کی طاقت بھی ہے اب ہم ناتوانوں میں
اوتاریں دل سے وہ ہرچند لیکن کب اوترتے ہیں

لگی کچہ آگ دل میں یا کلیجہ ہو گیا پانی
کہ نالے سب ہیں گرما گرم آہیں سرد بھرتے ہیں

بہت گردش سے بھی پھر جاتی ہے آئی ہوئی روزی
بہی پھر پھر کے سنگ آسیا فریاد کرتے ہیں

بجز عاشق کوئی کیا پائے رمزیں اپنی باتوں کی
تری چشم سخن گو کی طرح تقریر کرتے ہیں

یہہ متوالا کیا پیر مغاں نے آج آسی کو
کہ دستار فضیلت رہن جام بادہ کرتے ہیں

ردیف (و)

فلک سے داد پا جاؤں عدالت ہو تو ایسی ہو
جدا ہوتے ہیں وہ ہمسے قیامت ہو تو ایسی ہو

رخ معنی دیکھائی دے جو صورت ہو تو ایسی ہو
دل صاف آئینہ بن جائے حیرت ہو تو ایسی ہو

دل بے مدعا پایا جو دولت ہو تو ایسی ہو
خدا سے پھر نہ کچہہ مانگا قناعت ہو تو ایسی ہو

مرا ہر حرف نکلا شعلہ زار وادی ایمن
بہار جلوۂ رنگ طبیعت ہو تو ایسی ہو

مروں بھی اب کہ سانس آنیکی گنجائش نہیں باقی
ہجوم یاس کی سینے میں کثرت ہو تو ایسی ہو

ہم ایسے غرق دریای گنہ جنت میں جا نکلے
تو اِن لطمۂ موج شفاعت ہو تو ایسی ہو

قدم ہے گریباں گیر کنٹھا بنکے قاتل کا
اگر بیتابی ذوق شہادت ہو تو ایسی ہو

فرشتے سر جہکائیں تیری سجدے کو تواضع سے
شن او مٹی کے پتلے آدمیت ہو تو ایسی ہو

اگر دانا ملا پانی نہ طفل اشک نے مانگا
وہی دانا وہی پانی قناعت ہو تو ایسی ہو

نہ دن بھر چین ملتا ہے نہ نیند آتی ہے راتوں کو
کسی کے حال پر انکی عنایت ہو تو ایسی ہو

دلِ کافر کی اندھیاری معاذ اللہ معاذ اللہ
اگر تاریکیِ شبہاے فرقت ہو تو ایسی ہو

جہاں ملنے کی ٹھہری مجھ سے میں بھی اے صنم گم ہوں
سوا تیرے نہ ہو کوئی وہ خلوت ہو تو ایسی ہو

تعجب ہے کہ تجھکو اپنے سینے میں نہ کیوں ڈھونڈھا
کسی کو اپنی ہستی سے جو غفلت ہو تو ایسی ہو

گرا جو قطرہ خون لالہ زار داغ حسرت ہے
اگر شادابی رنگ شہادت ہو تو ایسی ہو

پکارا اوس نے اپنا نام لیکر رات آسی کو
نہیں اب کچھ بھی غیریت محبت ہو تو ایسی ہو

تمہیں کثرت سے نفرت اور محو ذوق وحدت ہو
کچھ اس سے اور بڑھ جاؤ تو وحدت ہو نہ کثرت ہو

نہ ستاری کو شرم آے نہ غفاری کو غیرت ہو
قیامت میں ترا بندہ ترے آگے فضیحت ہو

مری نظروں میں تو ہو دل ترا تیری محبت ہو
نہ دنیا ہو نہ عقبےٰ ہو نہ دوزخ ہو نہ جنت ہو

سوا تیرے نہ مائل ہو کسی پر وہ طبیعت دے
تری اُلفت ہو تیرا عشق ہو تیری محبت ہو

مجھے ہر طرح کی خود بینیوں سے کردے بیگانہ
جو آئینہ بھی میں دیکھوں نمایاں تیری صورت ہو

ہماری دید میں فہمید میں دے ایسی یکرنگی
کہ صورت عین معنی اور معنی عین صورت ہو

ہمارے قتل کی نوبت اگر آجاے مقتل میں
الٰہی دست قاتل میں تری تیغ محبت ہو

انیسِ خلوت تنہائی کنج لحد میرا
ترا لطف و کرم تیری عنایت تیری رحمت ہو

ہم ایسے بدنصیبوں کی رہی اور اوسکو تو روندے
ترا ہر نقش پا رشک بہار ہشت جنت ہو

کہیں اکسیر سے بڑھکر ہے دولت خاکساری کی
جہاد نفس کا شاید یہی مال غنیمت ہو

وہ برقع سے نکالا چاہتے ہیں روے زیبا کو
یہاں جو غیر ہو کہدو کہ اب تملوگ رخصت ہو

کہاں وہ خواہش بالین و بالش اب بجز اسکے
کہ سر ہو اور سنگ آستان باب رحمت ہو

کیا یہ لاغر وکاہیدہ فرقت نے کہ مرنے پر
تمہارا نقش پا ہی مجھکو کافی بہر تربت ہو

جناب شیخ زہد خشک سے کیا کام نکلیگا
در پیر مغاں ہو اور دختِ رز سے صحبت ہو

ایضاً

جان دو دن کی ہے مہمان ستاتے کیوں ہو
آپ روتے ہوئے آئے ہیں رولاتے کیوں ہو

تم نہیں کوئی تو سب میں نظر آتے کیوں ہو
سب نہیں تم ہو تو پہر منہ کو چہپاتے کیوں ہو

بال زلفوں کے ہیں عشاق سیہ بخت نہیں
جب نہ تب سامنے سے انکو ہٹاتے کیوں ہو

ہم نہ تابوت عدو ہیں نہ رہ و رسم وفا
آپ اوٹھ جاینگے تم ہمکو اوٹہاتے کیوں ہو

دل ملا ہمکو ازل میں تو کسی نے نہ کہا
روگ ہے یہ اسے چہاتی سے لگاتے کیوں ہو

آگیا ہوں تو میں کچہ صبح شب وصل نہیں
اپنی آغوش سے دشمن کو اوٹہاتے کیوں ہو

دہن زخم و لب غنچہ یہ کرتے ہیں سوال
کہ نہو تہوکنے کو ہمکو ہنساتے کیوں ہو

ہم سیہ بخت ہیں اٹھینگے دہوئیں کی صورت
دیکہو پہر روؤگے محفل سے اوٹہاتے کیوں ہو

خشک شے جہونکتے ہیں آگ میں دستور یہ ہے
لائے جو دامن تر اونکو جلاتے کیوں ہو

آپکے رخساروں سے کہتا ہی چراغ خورشید
صورت شمع سحر ہم کو بجہاتے کیوں ہو

جیتے جی ہجر کے صدموں سے تو سونے نہ دیا
آج تربت میں مجہے آکے سلاتے کیوں ہو

تم پریزاد ہو وعدہ تو پریزاد نہیں
آپ اوڑتے ہو اوڑ و بات اوڑاتے کیوں ہو

جب نہیں غیر کو دیدار دکہانا منظور
صفت پردہ در ہم کو اوٹہاتے کیوں ہو

پہونک دو نخل دل زار کو جڑ روگ کی ہے
شجر وادی ایمن کو جلاتے کیوں ہو

ہم نے مانا کہ وہ آنکھیں نہیں جادو آسی
رات پہر وصل میں پہر انکو جگاتے کیوں ہو

اس طرح درد سے لبریز جو تقریر نہ ہو
سخن آسی شیدا غزل میر نہ ہو

نہ سہی غیر مری خوبی تقدیر نہو
وہ چلے آئیں اگر کوئی عنان گیر نہو

دیکہ اے حسن دل آرا کوئی دلگیر نہو
نوجوانی کو سکہادے کہ وہ بے پیر نہو

منہ تیرا چشم سخن سنج کی تصویر نہ ہو — جو خموشی میں بھری شوخی تقریر نہ ہو

صاف دیکھا ہے کہ غنچوں نے لہو تھوکا ہے — موسم گل میں الٰہی کوئی دل گیر نہ ہو

قید خانے میں کوئی غیرت یوسف ہی رہے — دل اٹک جائے نہ ہو پاؤں میں زنجیر نہ ہو

جسکو دیکھا اوسے چھاتی سے لگائے دیکھا — جگر جیسے کہتی ہے خلقت تری تصویر نہ ہو

ہائے وہ حال کہ گھبرا کے وہ خود بول اوٹھے — دل پکڑے ہوئے کیوں بیٹھے ہو دلگیر نہ ہو

تھک گیا نالہ جگہ سے نہ ہلا وہ ظالم — نوجواں یار ہمارا فلک پیر نہ ہو

مجھ سے دیوانے کو روکینگے یہ مجلس والے — قید زنجیر تری خوبی تقریر نہ ہو

آکے پھر جا نہ سکا ہائے خیال جاناں — چشم بے خواب مگر دیدۂ زنجیر نہ ہو

ٹکڑے ہو کر جو ملی کوہکن و مجنوں کو — کہیں میری ہی وہ پھوٹی ہوئی تقدیر نہ ہو

چاند سنتے تھے مگر غیرت خورشید وہ ہیں — اُنکے آنے میں بھی باعث تاخیر نہ ہو

وہ بھی کچھ عشق ہے جو درد کی لذت نہ چکھے — وہ بھی نالہ ہے جو حسرت کش تاثیر نہ ہو

جی ہے دنیا سے خفا پھر خدا جانے دے — ناتوانی تو مرے پاؤں کی زنجیر نہ ہو

ہائے اوس شخص کی قسمت جسے وہ روگ ملے — جز ترے ملنے کے جسکی کوئی تدبیر نہ ہو

کوئے جاناں سے ارادہ ہے نکل جانے کا — یا الٰہی کوئی جز موت گلوگیر نہ ہو

حاصل صحبت غمناک بجز غم کیا ہے — دل مرا لیتے ہو ڈرتا ہوں کہ دلگیر نہ ہو

جسنے منہ بند کیا راستا میرے نالے کا — لذت چاشنی حسرت تاثیر نہ ہو

زلف سلجھانے میں گھبرا کے یہ کہنا اونکا — کسی دیوانے کی الجھی ہوئی تقریر نہ ہو

آج بچپن میں تو ہیں فتنہ افلاک مرید — نوجوانی میں فلک کا بھی کہیں پیر نہ ہو

کارساز اپنی اسی کی دعا ہے تجھسے
کام میرا کوئی منت کش تدبیر نہ ہو

فرد

میرے جانب بہی وہ بت چشم کرم سے دیکہے
نسخہ سرمۂ تسخیر طبیبو لکہدو

ایضاً

دکہائے حسن کے غمزے جو اپنے شیدا کو
بجا سمجہنے لگا نازہائے بیجا کو

کسے دکہائے وہ رویا میں رومی زیبا کو
کہ نیند ہجر میں آئی تہی کبس زلیخا کو

تمام عمر کی تکلیف سے فراغت ہے
متاع بیش بہا جان جوشش سودا کو

کہاں دل اور کہاں اُسکے حسن کا جلوہ
کیا ہے عشق نے کوزے میں بند دریا کو

ہمارے خانۂ دل کو اگر کیا برباد
کہیں جگہہ نہ ملیگی تری تمنا کو

ہنوز تفرقۂ جلوہ کچہ نظر میں نہیں
پسند کیجئے کعبے کو یا کلیسا کو

کہیں کنارہ ہے اُسکے محیط ہمت کا
جو عین پیاس میں سمجہے سراب دریا کو

ہم اپنے شکووں کی قوت سے بوالہوس ٹہرے
کہ ہوش بحث کہاں عاشقان شیدا کو

وہ سرو قد ہے کہ مینائے دلربا کوئی
بہرا ہے حسن نے صہبائے تاب فرسا کو

ہوا کے رخ تو ذرا آکے بیٹہ جا او قیس
نسیم صبح نے چہیڑا ہے زلف لیلا کو

سمجہ کے محتسبو دین و دل کی خیر نہیں
کہ اوسکی آنکہو سے نسبت ہے جام صہبا کو

ہے میل راہ ہدایت الف نہ بیچ میں جان
اشارہ ہے کہ سمجہ ایک لا و الا کو

کمی نہ جوش جنوں میں نہ پاؤں میں طاقت
کوئی نہیں جو اوٹہا لائے گہر میں صحرا کو

میں جاں بلب تو نہیں شکوہ کیا ابہی اسکا
نہ چہو سنے دے جو لبہائے روح افزا کو

نکالے خاک رہ مے فروش آنکہوں میں
کہ روز بادہ دکہاتے ہیں چشم بینا کو

میں سخت جاں تہیں جلاد عشق نے ناحق
کیا شریک المہائے روح فرسا کو

بہار خلد ہے اندھوں کیواسطے شاید
کہ کچھ نظر نہیں آتا ہے چشم بینا کو

اگر قبول کرو جلوہ بے حجابانہ
دکھاؤں محشر ہنگامہ تمنا کو

ہماری خاک فشانی کی حد سمجھ ظالم
کہ بال بال میں بھر لائے دشت و صحرا کو

ہماری حسن پرستی محل طعن نہیں
کہ چشم قیس سے دیکھا ہے روئے لیلیٰ کو

عوض نہ چرخ سے مشکل محبت دشمن سے
مگر نہ کام میں دیکھوں جو کارفرما کو

بنی بہی ہو تو نہ کچھ زور جذب دل سے چلے
وصال حضرت یوسف ہوا زلیخا کو

اگرچہ وعدۂ فردا ہے بے خلاف ضرور
مگر وہ چاہے تو امروز کر دے فردا کو

ہمارے نالوں کو سنکر کبھی نکل نہ پڑے
پسند کرتے ہیں محشر کے شور و غوغا کو

خبر تو لو کوئی آسی کو زندہ کس نے کیا
یہ معجزہ تو ملا تھا کبھی مسیحا کو

جو یہ ضد ہے کوئی بلبل کی صورت نغمہ زن کیوں ہو
کوئی گلفام کیوں ہو گلبدن گل پیرہن کیوں ہو

ہمارے بعد تو بدنام اے رشک چمن کیوں ہو
ہمیں جب ڈوب ہی مرنا ترا چاہ ذقن کیوں ہو

تمہیں سچ سچ بتاؤ کون تھا شیریں کی صورت میں
کہ مشت خاک کی حسرت میں کوئی کوہکن کیوں ہو

سُن اے بدمست موج دُرد صہبا ہی مصدق ہے
نہ دل میں کچھ کدورت ہو تو ماتھے پر شکن کیوں ہو

نگاہ ناز نے سر خون ثابت ہوگیا آخر

ہم ایسے خستہ جانوں پر کوئی ناوک فگن کیوں ہو
خرام ناز بھی سر جوش برق طور ہے شاید
کسیکا نقش پا جام سے موسی فگن کیوں ہو
نہ مشق پردہ داری ہو اگر بیتابیوں میں بھی
یہہ درد دل نقاب جلوہ عاشق فگن کیوں ہو
نہو منظور حُسن و عشق اگر محشر بپا کرنا
قد او سکا فتنہ خیز آہ جگر گردوں فگن کیوں ہو
وہ سیدا گھورنا آنکھیں جھکانا شرم سے اُنکا
الہی ناوک ذوق نظر آہو فگن کیوں ہو
کرشمہ کچھہ نہ ہو اوس میں جو تیری چشم مسیگوں کا
شراب جلوہ حسن غنا صوفی فگن کیوں ہو

کسی پروانے کے جل بجھنے کا غم ہو جو اے آسی
نکلکر کوئی خلوت سے چراغ انجمن کیوں ہو

دل پیر مغاں میں چاہے اے دل ترا گھر ہو
اگر دل کو یہ چاہو تم کہ منزل گاہ دلبر ہو
بہر صورت طلب لازم ہے آب زندگانی کی
تو جو ہو غیر تم ہو یا کہ غیر اس گھر کے باہر ہو
کوئی تو پی کے نکلیگا اوڑیگی کچھہ تو بو منہ سے
اگر پایا خضر تم ہو نہیں پایا سکندر ہو
ہیولی ہو شب دیجور کا میرا غبار ابتک
در پیر مغاں پر سے بر ستو چلکے بستر ہو
تمہارے ہی بدولت ہے یہ ساری رندی و مستی
کسی کا ذرہ ذرہ آفتاب روز محشر ہو
وہی ہے نوش جو ہو نذر نگاہ چشم ساغر ہو
وہ دن بھی ہے کہ تم ہو ہم اور دور جام کوثر ہو

فراق و وصل کی جھگڑے میں ڈالا مجھکو ظالم نے
کبھی تم نے بھی جانا ہے کسی کو تو نہیں کہدو

غبار ہستی وہی جو اوڑ جائے تو بہتر ہو
نہ آؤ تم میرے پاس اور صبر آئے یہ کیونکر ہو

کسی در پر پڑا رو رو کے آسی رات کہتا تھا
کہ آخر میں تمہارا بندہ ہوں تم بندہ پرور ہو

نہ مرض کچھ ہے نہ آسیب نہ سایا ہمکو
ہائے قدموں سے بھی اکدن نہ لگایا ہمکو
دل کی بیتابیوں نے طائر بسمل کی طرح
ہم مریں بھی تو نہوا اسکو یقین اُلفت
ہاے اک چاند کے ٹکڑے نے ستاروں کی طرح
ہم نہ کہتے تھے کہ ایدل نہ کسی پر جی دے
تیرے تلوؤں کی چھڑائی ہوئی مہندی کیطرح
رہ گیا مثل کتاں بہٹ کے جگر سینے میں
دیکھیئے خاک میں ہم ملگئے مانند سرشک
خوب جی بھر کے اونہیں دیکھ لیں ہم یا قسمت
جان ہم سمجھے تھے جسکو وہ ہمیں دل سمجھا
آج تک بات وہ یاد آکے گلا گھونٹتی ہے
لاغری میں تیرے صدقے کہ سمجھکر تنکا

اک پریزاد نے دیوانہ بنایا ہمکو
دہیان میں خاک برابر بھی نہ لایا ہمکو
خاک پر اسکی جدائی میں لوٹا یا ہمکو
نیم جاں جسکی محبت نے بنایا ہمکو
مدتوں شام سے تا صبح جگایا ہمکو
زندگی روگ ہے اب تجھکو بتلایا ہمکو
خاک میں تیری جدائی نے ملایا ہمکو
چاند سا چہرہ یکایک جو دکھایا ہمکو
آپنے کس لئے آنکھوں سے گرایا ہمکو
ایک دن یہ نہ مقدر نے دکھایا ہمکو
ہائے کس پیار سے پہلو میں بٹھایا ہمکو
وقت رخصت جو گلے اوس نے لگایا ہمکو
پھر کیں جب آنکھیں تو آنکھوں سے لگایا ہمکو

وصل کی رات بھی اُس رشک چمن نے آسی
صورت شبنم گل خوب رولایا ہمکو

عشق کا عشق محبت سے محبت مجھکو
اسقدر ذوق بلا شوق مصیبت مجھکو

تا بہ کے حسرت وصل و غم فرقت مجھکو
اپنی ہستی سے کسی طرح ہو غفلت مجھکو

ہوں گنہگار مگر حسرت دیدار نہ پوچھ
جلوہ تیرا ہو تو دوزخ بھی ہے جنت مجھکو

میں بھی باطل مری ہستی بھی سراسر باطل
یہ سوجھائی ہے انا الحق کی حقیقت مجھکو

وہ نہ بیباکیوں سے خوش نہ ہوسناکی سے
ہو گئے غیر کے اعمال نصیحت مجھکو

نور خورشید ستاروں کو مٹا دیتا ہے
تم ہو پہلو میں تو محفل بھی ہے خلوت مجھکو

کہتے ہیں تمکو جو دیکھا تو خدا کو دیکھا
خواب میں بھی تو میسر ہو یہ دولت مجھکو

کوئے محبوب سے کوئی بھی نکل سکتا ہے
اپنے اوہام ہوئے وادی غربت مجھکو

کیا خبر تھی کہ اونہیں کے ہیں کرشمے سارے
شکوۂ غیر کیے اُنسے ندامت مجھکو

بیحجابی کبھی ممکن نہیں جب تک میں ہوں
خلل انداز ہوں کر دیجئے رخصت مجھکو

عندلیب گل رخسار ہی سب جانتے ہیں
تیرے پردے نے کیا یار فضیحت مجھکو

اب تو دیدار دکھا دیجئے تقصیر معاف
ہو گیا وعدۂ فردا ہی قیامت مجھکو

عشق میں کوہ کنی کوئی بڑی بات نہیں
پاؤ گے لجۂ بے ساحل ہمت مجھکو

کیوں نہوں خاک در یار کہ پھر خاک نہوں
آسی اپنی ہی نہیں خاک محبت مجھکو

فرد

زینت مسجد دعا ہم سوختہ جانوں کی ہے
دود دل ہوتا ہے وسمہ ابروی محراب کو

کہتے ہو کہ اور کو نہ چاہو
معلوم ہوا کہ تم خدا ہو

ہاں واعظو اور کو نہ چاہو
اپنے دلکے تو آشنا ہو

دکھا ہی جو کوئی آشنا ہو ۔ کیا جانے وہ ہوتے ہوئے کیا ہو
رہرو جو ملے تو رہنما ہو ۔ کچھ اور نہ ہو تو نقش پا ہو
اُن سے ملنا ہوا ہے مشکل ۔ اے وہم عدو ترا بُرا ہو
ملتے ہیں سجود پاے بت پر ۔ واعظ کو جو کچھ بھی سوجھتا ہو
ہمت سے ہے توراہ مختصر ہے ۔ اے تنگ طلب بس اٹھ کھڑا ہو
تم اور دعاے مرگ عاشق ۔ کیا پھر وہ مرے جو مر چکا ہو
نکلا ہے کوئی تو اُنکے در سے ۔ یارب یہ میرا وہ مدعا ہو
بدمست پڑا ہے محتسب بھی ۔ اے موسم گل ترا بھلا ہو
اللہ رے لذت شفاعت ۔ کیا جانو تم اسکو بے گنا ہو
تدبیر عدو نے جلوہ کیا ہے ۔ دل تمہارے ہوئے پڑے کرا ہو

ایضاً

خاک ہم گردش نصیبوں کو میسر گھر نہو ۔ اے جنوں جیب تک بگولوں کی طرح چکر نہو
راہ وہ چلیے کہ غیر جذب کامل سر نہو ۔ نقش پا تک گم ہو میل راہ بھی رہبر نہو
خوف ہے بازار میں بکنے لگے کوڑی کے مول ۔ صورت گل میرے یوسف جامے سے باہر نہو
آبرو بحر رضا میں پانی ہے مثل گہر ۔ چھید ڈالو دل جو میرا آنکھ ہرگز تر نہو
مفلسی بزمردگی ہے غنچہ گلشن سے پوچھ ۔ آے کیا منہ پر ہنسی مٹھی میں جب تک زر نہو
بلبلے کی طرح اے دیوانہ نازک دماغ ۔ سر وہ پیدا کر کہ جسکو حاجت افسر نہو
دیکھیے کیا سنگدل ہوتے ہیں اہل آبرو ۔ لعل کا دل تو لہو ہو چشم گوہر تر نہو
چھلکی پڑتی ہے اُن آنکھوں سے شراب بیخودی ۔ سر کی تحریر کا حلقہ خط ساغر نہو
یہ وہ کاوش ہے جو کرتی ہے کلیجہ پاش پاش ۔ صورت غنچہ کبھی دل خوں براے زر نہو

آخرالدن اے گل تر دیکھ مرجھاتا پڑا
اسقدر بھی اپنے جامے سے کوئی باہر نہو

بارِ غم اپنے شہیدانِ محبت ہی کو دے
بوجھ اوٹھانے کو مگر پھر احتیاجِ سر نہو

دولت عشق آدمی کو کرتی ہے کیا سربلند
مہر گردوں تیرے سودائی کا داغِ سر نہو

تیرے پروانوں کی مجمع میں سرافرازی کہاں
داغِ سوزاں شمع ساں جبتک کہ تاجِ سر نہو

ہونٹھ سوکھے اور آنکھیں تر ہیں چہرا زرد ہے
تہمت عشق اس بوڑھاپے میں کہیں مجھپر نہو

وہ طریق پیر مینحانہ سے ہے بھکا ہوا
جادۂ راہ فنا جسکو خطِ ساغر نہو

کھینچئے پیدا لطافت ہی اگر شوق عروج
طائر جاں اوڑنے میں محتاج بال و پر نہو

آنسو آنکھوں میں بھر آئے سنکے آسی کا کلام
درد ہو دل میں تو باتوں میں اثر کیونکر نہو

ع ہے عشق وہ شعلہ کہ بھنکا جاتا ہے تن من
اس آگ کو بھڑکا کے عوذی میری جلادو

موسیٰ کی طرح گر پڑے غش کھا کے فدائی
برقع رخ روشن سے ذرا سا جو ہٹا دو

سوتا ہے اوسی نیند میں غافل ابھی آسی
اپنے قدم پاک کے ٹھوکر سے جگا دو

ع یہ اشعار - بالکل صنم سنی کے ہیں

قطعہ

لباسِ معنیٔ موزوں کبھی صورت میں آجاؤ
اگر صورت میں آجاؤ تو مجھکو بھی دکھا جاؤ

مگر تم حور ہو انسان ایسا ہو نہیں سکتا
اگر انسان ہو عاشق کی آنکھوں میں سما جاؤ

رباعی

عاشق بہوائے دوست بے ہوش بود
وز یاد محب خویشتن مدہوش بود

حشر واکہ بحشر خلق حیراں باشند
نام تو درون سینہ و گوش بود

فرد

جو کہیں ہم زباں سے ہو جائے
منہ میں لیکن کہیں زبان بھی ہو

فرد

جو ہو سکے تو جئے اس طرح زمانے میں
کہ مر بھی جائے تو مرگ اوسکی زندگانی ہو

فرد

یہ ظرف کی وسعت ہے کبھی منہ سے نہ نکلے
مینحانے کا مینحانہ اگر منہ سے لگا دو

ردیف (ہ)

آئے مثلِ شمع چشمِ نم کے ساتھ
جاتے ہیں رو دھو کے داغِ غم کیساتھ

مثلِ نے ہم عاشقِ نالاں بھی ہیں
نالۂ دلکش ہے اپنا دم کے ساتھ

دستِ غم دستِ اجل سے کم نہیں
دم نکلجاتا ہے ہر ماتم کے ساتھ

حیرت آگیں دیکھتا ہے آئینہ
مُنہ تمہارا دیدۂ پرنم کے ساتھ

جھُومتا جاتا ہے آسی حشر میں
عاشقانِ سرورِ عالم کے ساتھ

ردیف (ی)

جُز فنا عشق کی تدبیر مقدّر نہ ہوئی
زندگی موت سے آخر کبھی جانبر نہ ہوئی

ہائے مُنہ پھیر کے ظالم نے کیا کام تمام
وصل تو وصل جدائی بھی میسّر نہ ہوئی

گھٹ گئی وصل میں فرقت میں بڑھی تھی جتنی
رات عاشق کی کبھی دن کے برابر نہ ہوئی

زیستِ انسان کی تا روزِ قیامت معلوم
جان لو ساعتِ دیدار مقرر نہ ہوئی

غیرِ محبوب حجابِ رُخِ محبوب نہ تھا
مجھ سے تدبیر علاجِ دلِ مضطر نہ ہوئی

وہ نہ تھا ہم سے جدا ہم بھی جدا اُس سے نہ تھے
نہ ہوئی پھر جو ملاقات تو کیونکر نہ ہوئی

کیون چھُری پھری گلے پر نہ پہونچا ای کاش
میری قسمت پر پروازِ کبوتر نہ ہوئی

شبِ فرقت کی درازی کو نہ پوچھو مجھ سے
زُلفِ جاناں سے وہ کم بال برابر نہ ہوئی

بیکسی میں شبِ غم موت تو سوئی تھی کہیں
سانس آئی بھی جو کم بخت تو خنجر نہ ہوئی

غیر کا دھیان تک اب لیں نہیں رشک کہاں
بس محبت وہ تمہاری تھی کہ باہر نہ ہوئی

ذرہ ذرہ سے ہوا شورِ انا الشمس بلند
ایک میں ہون کہ توجہ تری مجھ پر نہ ہوئی

سالک راہ فنا مجھ سے تعلّی کی نہ لے — جان کسکو غم محبوب میں دو بھر نہ ہوئی

زندگی کا نہ ادا خاک ہوا حق **آسی**
جان جب خاک رہِ آل پیمبر نہ ہوئی

نہ سنتے تم جو دشمن کی زبانی — بہت دلچسپ تھی میری کہانی
کہو بیجا ہے میری بدگمانی — کہاں دشمن کہاں رازِ نہانی
گلا حاضر ہے لیکن فائدہ کیا — کہ ظالم تو ہے میری زندگانی
عداوت انتہا سے دوستی ہے — عدو سے جاں سے ہے میرا یار جانی
تسلّی کل کے وعدے پر غضب ہے — غم عشق اور اُمیدِ زندگانی
کہاں یوسف کہاں وہ روئے زیبا — خدا کو ہے مجھے صورت دکھانی
مرے دل کی تمنّا ہے مگر تو — سُن اے بحر کرم یہ بیکرانی
مآل اِسکا قیامت ہے قیامت — وہ آفت کی جگہ ہے دار فانی
نہ سمجھا میں تو دشمن ہی سمجھتا — محبّت ہے خرابی کی نشانی
نظر آجا کہیں اے جسم لاغر — دکھاؤں کیونکر اُن کو ناتوانی
بس اے سیلاب اشک چشم تر بس — عناصر کی ہیں دیواریں پُرانی
یہ دونوں ایک ہی ترکش کے ہیں تیر — محبت اور مرگ ناگہانی
پیمبر گر پڑے ہیں تلملا کر — معاذ اللہ خدنگِ لن ترانی
سبک سر ہے عدو روٹھا بلا سے — حبابوں کی بھلا کیا سرگرانی
انا الحق اور مشت خاک منصور — ضرور اپنی حقیقت اُسنے جانی
بقا جس شے کو ہو وہ چاہتا ہوں — سُن اے تیرے سوا سب کچھ ہے فانی
کمال جلوہ ہے پردے سے بڑھکر — بجا ہے یار تیری لن ترانی
علم کر خلد میں بھی خنجر ناز — تصدق ہے حیات جاودانی

دلِ شوریدہ اور اُن سے مکدر
ہزاروں حسرتیں اُسمیں بھری تھیں
جو بالوں میں سیاہی رہ گئی ہے

ق

کہانتک کہئیے اسرارِ نہانی
غبار اُس قافلے کی ہی نشانی
بُڑھاپے میں ہی یہ داغ جوانی

بھلا آسی کے شکووں کا گلا کیا
محبت کو ہے لازم بدگمانی

خاک کیا کم ہے اصل طینت کی
واہ رے اُلفت اپنی اُمت کی
ابدی نعمتیں ہیں جنت کی
خوف دوزخ نہ حرص جنت کی
نہ کھلی کچھ حقیقتِ معراج
خاک پائے علیؓ ہوا اے دل
بھری محفل میں بے نقاب ای دوست
تجھ سے ملکر جو پھر بھی میں ہی رہا
کیوں نہ مٹ جائے جستجو میں ہم
پھر بھی ہم تم جدا جدا ٹھہرے
میری حالت کے دیکھنے والے
یہ طریق جنوں مرا اے شیخ
نہ ہوا جو وطن سے آوارہ
پھر کہوگے کہ ہم نہیں بے رحم
یا خدا اتبوعانِ زار کی خیر
وہ سوادِ شب لحد دیکھو

دل میں کیوں پوٹ ہو کدورت کی
مجھ سے بیکس کی بھی شفاعت کی
انتہا ہے تری عنایت کی
بے غرض سینے تجھسے اُلفت کی
رہی پردے میں بات خلوت کی
یہ ہوا اوج بام رفعت کی
حشر تم نے کیا قیامت کی
مجھسے دشمن نے کیوں محبت کی
تھا وہ کسوت میں اپنی صورت کی
وصل میں بھی ادا ہے فرقت کی
مرتے ہیں آرزو میں رویت کی
راہ ہے کوچۂ سلامت کی
بو نہیں اُس میں آدمیت کی
آج دشمن نے بھی شکایت کی
آج پھر درد دل نے شدت کی
ہو چلی شام روز فرقت کی

ہم نے مانا کہ شام ہے وہ زلف
شام لیکن ہماری شامت کی

ہم سے بیکل سے وعدۂ فردا
بات کرتے ہو تم قیامت کی

روح فرسا شباب کا غم ہے
کہ جوانی میں اُسنے رحلت کی

حشر میں کون پوچھتا ہے کسے
قہر ہے دید خوب صورت کی

عشق کا روگ ہے محبت خیز
غیر نے بھی مری نصیحت کی

نہ دیئے ہونگے غیر کو بوسے
پر طبیعت تو ہے مروت کی

دیکھو دلبر کوئی سپر رکھ لو
یہ نگاہیں ہیں چشم حسرت کی

شب وصل و نگار و ہوش و حواس
صبح ہے آج سب کے رخصت کی

اُنکے جور و جفا کے شکوے کیا
یہی سیرت ہے حُسن صورت کی

سجدۂ آستان جانان میں
خانۂ کعبہ نے امامت کی

پھر کہو گے فلک رقیب نہیں
وجہ مجھسے کوئی عداوت کی

بوسۂ عارض اور میرا مونہہ
دل کی بیتابیوں نے جرأت کی

خوب گہرا لگا ہے دل میں گھاؤ
بار سے حسرت مٹی فراغت کی

جو گنہہ کیجئے ثواب ہے آج
کیسی بارش ہے ابر رحمت کی

دیکھیئے ٹوٹتا ہے دم کہ نہیں
آزمائش ہے آج طاقت کی

نہ غزل ہے نہ اس میں عرض ہنر
بڑ ہے آسیؔ یہ جوش وحشت کی

جو رہی اور کوئی دم یہی حالت دل کی
آج ہے پہلوے غمناک سے رخصت دل کی

کیا لکھے عاشق بیتاب مصیبت دل کی
جی بگڑتا ہے جو لکھتا ہے عبارت دل کی

نہیں ممکن ہے لٹیروں سے حفاظت دل کی
پھر آؤں اُنھیں جلکر میں امانت دل کی

مہندی ملکر مرے سینے کو نہ پامال کیا
دل کیطرح آج لہو ہو گئی حسرت دل کی

گھر چھٹا شہر چھٹا کوچۂ دلدار چھٹا ۔ کوہ و صحرا میں لیئے پھرتی ہے وحشت دل کی

سر عارف ہمہ طرف دل ہی جھکا رہتا ہے ۔ ہے گر خاک در یار سے خلقت دل کی

آ گئے وہ کہ پڑی جان دل بیجاں میں ہائے ۔ اُٹھ چلے وہ کہ اِدھر ہو گئی رخصت دل کی

غم دلدار ہے خواہاں تو حوالے کر دے ۔ تجھکو اے عاشق بیتاب ضرورت دل کی

دل کی تاثیر سے سب کچھ ہے یہاں ہو کہ وہاں ۔ دونوں عالم میں سمجھتا ہوں ولایت دل کی

جو اڑا ذرہ دل زار کسی کا نکلا ہائے ہائے ۔ کوے دلبر میں نظر آئی یہ کثرت دل کی

ہو گیا ناف سویدا گرہ چرخ کبود ۔ سینہ تنگ میں اللہ یہ وسعت دل کی

کعبہ ہو ابروؤں کا اور محبت کی نماز ۔ اقتدا عاشق بیدل کی امامت دل کی

کسطرح صورت منصور اناالحق نہ کہے ۔ دار دنیا میں سمجھ لے جو حقیقت دل کی

باغ کو عاشق دلگیر نے سمجھا دلدار ۔ غنچۂ گل میں نظر آئی جو صورت دل کی

دل دیا جسنے کسی کو وہ ہوا صاحب دل ۔ ہاتھ آجاتی ہے کھو دینے سے نعمت دل کی

جس سے پیوند کیا پائی شکست خاطر ۔ ہائے تقدیر یہ پھوٹی ہوئی قسمت دل کی

کوچۂ یار سے گھبرا کے نکلنا کیا تھا ۔ دلکو شکوے ہیں مرے مجھکو شکایت دل کی

خرد و تاب و تواں سے کہو ملکر رو لیں ۔ پہلوے عاشق بیکس سے ہے رخصت دل کی

پہلوے عاشق بیدل میں بس اِک آبلہ ہے ۔ اُنکو کیا کہیئے جو رکھ دیتے ہیں تہمت دل کی

اب کسی یار سے مطلب ہے نہ اغیار سے کام ۔ کنج عزلت میں رہا کرتی ہے صحبت دل کی

یوں وہ بے دید کسیطرح نہیں ماننے کا ۔ چھلکے آنکھوں سے دِکھادوں اُسے حالت دل کی

مفت ملتا ہے جو پھیر دوگے تو پچھتاؤ گے ۔ ایک بوسے سے زیادہ نہیں قیمت دل کی

چھیدتا دل کو جو پیکاں ترا لے نکلا ۔ دلکے ساتھ آج نکل جائیگی حسرت دل کی

تم گلستان جہاں میں گل یک رنگ ملے ۔ کان لاؤ تو سناؤں میں حکایت دل کی

ہجر کی رات بھی کٹ جاتی ہے رو دھو کے مگر ۔ کاٹنے سے نہیں کٹتی یہ مصیبت دل کی

نقد وجنس خرد و صبر و سکون کچھ بھی نہیں
لٹ گیا عاشق دلگیر یہ دولت دل کی

دونوں پہلو کئے سنسان غم دلبر نے
اب نہ بہتان جگر کا ہے نہ تہمت دل کی

شب ہجر اُسکے تصور کو جگہ دوں کس میں
بیدلی میں کبھی پڑ جاتی ہے حاجت دل کی

دیکھ لیتے تھے اسیطرح کسی کو اُس میں
آئینہ دیکھ کے یاد آتی ہے صورت دل کی

راستہ چھوڑ دیا اُسنے اِدھر کا آسی
کیوں بنی رہ گذر یار میں تربت دل کی

حرص دولت کی نہ عزّ و جاہ کی
بس تمنّا ہے دل آگاہ کی

درد دل کتنا پسند آیا اُسے
میں نے جب کی آہ اُسنے واہ کی

کھچ گئے کنعاں سے یوسف مصر کو
پوچھیئے حضرت سے قوّت چاہ کی

بس سلوک اُسکا ہے منزل اُسکی ہے
اُسکے دل تک جسنے اپنی راہ کی

واعظو کیسا بتوں کا گھورنا
کچھ خبر ہے ثمّ وجہ اللہ کی

کسکی حسرت نے جگایا تھا ہمیں
نیند سوئے قبر میں نوشاہ کی

مجھ سے مجرم کیلئے خلد بریں
مہربانی ہے رسول اللہ کی

یاد آئی طاق بیت اللہ میں
بیت ابرو اُس بت دلخواہ کی

راہ حق کی ہے اگر آسی تلاش
خاک رہ ہو مرد حق آگاہ کی

الٰہی بندھ رہی ہے آج گلشن میں ہوا کسکی
لئے پھرتی ہے خوشبو دمبدم باد صبا کسکی

ہوئی ہے اِسطرح سے بے اثر یارب دعا کسکی
پھر آتی ہے فلک تک جاکے آہ نارسا کسکی

لٹا جاتا ہے دل اور آج لہرو نسپہ لہریں ہیں
جگر میں بنکے ناگن ڈستی ہے زلف دوتا کسکی

کیا وار اُس نے غیروں پر مرے ہم رشک کے مارے
تماشا ہے الٰہی لگ گئی کسکو قضا کس کی

کہاں ممکن کسی سے انتظار یار ہو مجھسا
رہی تا حشر لو ہیں مثل نرگس آنکھ وا کسکی

لڑیں زلفوں سے آنکھیں اور دلکی شامتیں آئیں
بڑی ہی یا الٰہی کسکے سر جا کر بلا کسکی

خفا صیاد ہے ہیں برجبیں گلچیں ہے کیا باعث
برا کسکا کیا تقصیر کی ہم نے بھلا کسکی

ہمارا خون کرتے ہیں کہ مہندی ہی وہ ملتے ہیں
تمنّا آج بر لاتا ہے دیکھیں تو خدا کسکی

تہ عرش معلّٰی کچھ دھواں سا آج اٹھتا ہے
خدا جانے لگا آئی ہے آگ آہ رسا کسکی

ہمارا بند بند اسطرح کٹوانا نہ لازم تھا
چھوا تھا بند کسکا ہمنے کھولی تھی قبا کسکی

جدھر چلتا ہے اسے جلّاد بسمل اسکو کرتا ہے
اڑائی ہے ترے خنجر نے چلنے میں ادا کسکی

عجب حسرت سے آسی کہہ رہا تھا کل مدینے میں
شفاعت ہوگی پہلے حشر میں یا مصطفےٰ کسکی

وہ اور جدا ہم سے یہ تقدیر ہماری
کچھ انکی خطا اسمیں نہ تقصیر ہماری

کیا جانو بھلا گلشن ہستی کی حقیقت
اس گل سے ہے ملتی ہوئی تصویر ہماری

کیوں بھیجیں وہ جنت ہیں ہمیں اپنی گلی سے
ہاں کوئی خطا قابل تعزیر ہماری

جو حلقہ ہے حلقہ ہے وہ پاکان ازل کا
آزادی کونین ہے زنجیر ہماری

اعمال کی پرسش تجھے ہمکو یہ تفحص
رحمت تری بڑھکر ہے کہ تقصیر ہماری

تم کیا ہوے قابو میں کہ قابو میں ہم آئے
تسخیر تمہاری ہوئی تسخیر ہماری

شاگردی کسکا فلک پیر ستم میں
گردش میں تو استاد ہے تقدیر ہماری

صورت میں پڑے جان جو اچھا ہو مصوّر
سنتے ہو جسے قیس ہے تصویر ہماری

دنیا میں اٹھا لاتی ہے فردوس بریں کو
بدمستی صہبا و مزامیر ہماری

ہرگز حرکت اپنے ارادے سے نہ کرنا
چلتے ہیں تو چلّاتی ہے زنجیر ہماری

پہچان لیا جلوہ گر خانۂ دل کو
آئینہ معمار ہے تعمیر ہماری

آسی اگر ادراک حقیقت ہو میسّر
ہے انفس و آفاق میں تاثیر ہماری

آہ بھی آج ہے اِک ہم سفر اشک نئی
کیا ملی سوے فلک رہ گذر اشک نئی

گوہر گوش قبول اُسکو بنایا آخر
ہاتف غیب نے دی یہ خبر اشک نئی

آج تو گریہ عاشق نے کئے دل ٹکڑے
ہاتھ آئی کوئی تیغ اثر اشک نئی

میل پرواز سوے اوج فلک رسم کہن
ہمت طائر بے بال و پر اشک نئی

تیرے آنسو بھی ہوے خشک ہیں خوننابہ فشاں
شاید اے شمع ہے میری سحر اشک نئی

سیل وطوفاں جو کہا تو نے کیا خاک کہا
کچھ نئی بات ہوا ے مدح گر اشک نئی

رشک فوارہ ہے بیتابی جوش رقت
اے جنوں ہے یہ بہار شجر اشک نئی

تیرے پرتو سے ہے جیب رشک قمر ہر قطرہ
ٹھیک ہے نبدش نور قمر اشک نئی

رات دن مجکو تو کرتی ہی رہی تر دامن
اُنکے دامن کیطرف ہے نظر اشک نئی

ثمر اشک غم عشق تو تھا تیرا رحم
جھڑکیاں دیتی ہیں بوے ثمر اشک نئی

محو عشق در دنداں کی علامت کیا ہے
رونے میں ہوتی ہے تاب گہر اشک نئی

بارہا معرکے قلزم سے ہوے فتح کے ساتھ
آج پھر جنگ ہو پھر ہو ظفر اشک نئی

نہ کسی راہ سے پہونچا وہ کسی دامن تک
کوئی راہ آج ہوا ے راہبر اشک نئی

برتیِ ہستی ہے پئے غیر سرشک آسی
کچھ تو بات اسمیں ہے اے بیخبر اشک نئی

لہ در نظم [illegible] نہیں کیا ـ مولف

اے جنوں پھر مرے سر پر وہی شامت آئی
پھر پھنسا زلفوں میں دل پھر وہی آفت آئی

مرکے بھی جذب دل قیس میں تاثیر یہ تھی
خاک اُڑ اُڑ کے ہوئی لیلیٰ سر تربت آئی

مسجدیں شہر کی اے پیر مغاں خالی ہیں
میکدے میں تو جماعت کی جماعت آئی

وہ تو کھڑکی میں ادہر بھیڑ نظر بازوں کی
آج اُس کوچے میں سنتے ہیں قیامت آئی

کبھی جی بھر کے وطن میں نہ رہے ہم آسی
روز میلاد سے تقدیر میں غربت آئی

آئینہ آپ کے نزدیک جو نامحرم ہے
آپ نے خاک نہ جانا کہ مجھے کیا غم ہے

مار ڈالو بھی کسی دن تو نہ دعوے نہ گواہ
بیخودی ہے کوئی مونس نہ کوئی ہمدم ہے

دیکھتے ہو جگر و دل کے لہو کا سہرا
عَلَم نالۂ بیداد میں کیا پرچم سا ہے

میرے دشمن کو نہ مجھ پر کبھی قابو دینا
تمنے مونھ پھیر لیا آہ یہی کیا کم ہے

جز ترے کچھ نہیں موجود تری ذات ہے وہ
ہمہ بجا تو نظر آتا ہے یہی عالم ہے

جو اُڑی خاک قدم جان پڑی اسمیں ضرور
کیا ہوا جُنبشِ دامن کی مسیحا دم ہے

وصل کی شب در و دیوار سے آئی آواز
خواہشوں کو جو پچھاڑے وہ بڑا رستم ہے

ایک عالم کے طلسمات میں جی چھوٹ گیا
ہر ادا سے نگہ یار نیا عالم ہے

کیوں نہ دی جان کسی پر کہ نہ پھر موت آتی
زندگی مفت گنوائی یہ بڑا ماتم ہے

ہائے کیا بوجھ بڑھاپے میں بھرا تھا اللہ
سر تو سینے میں گھسا بیٹھ کمر تک خم ہے

تو نے کیا ذکر کہاں آ کے نکالا واعظ
یہ وہ کوچہ ہے کہ جسمیں غم جنت سم ہے

چاک دل ہے غم عالم ہے نظر یار رفو
زخم کاری ہے غم عشق فنا مرہم ہے

عشق کہتا ہے کہ عالم سے جدا ہو جاؤ
حُسن کہتا ہے جدھر جاؤ نیا عالم ہے

قالب نظم میں جو پھونک دے جان ای آسی
نہ وہ عیسیٰ ہیں نہ موسیٰ وہ ہمارا دم ہے

عہد شباب عہد وفا سے نگار ہے
کتنا ہی پائدار ہو ناپائدار ہے

کیوں تجھکو اسقدر غم روز شمار ہے
اے محتسب شراب بڑی غمگسار ہے

جنت نہیں ہے پرتو روئے نگار ہے
طوبیٰ نہ کہیئے سایۂ بالائے یار ہے

صیاد و عندلیب مین کیا واقعہ ہوا
گل دلفگار سنبل تر سوگوار ہے

قائل نہ ہے گردش فلکی بھی ہمارے ساتھ
ساری ہمیں سے دشمنی روزگار ہے

ایذا نوید مقدم راحت ہے صبر کر
جوشش بہار گل کشش نوک خار ہے

کیا چیز تیری نذر کریں اسے رسول یار
اپنی تو زندگی بھی یہاں مستعار ہے

جوش سرشک اور ہوا کوے زلف کی
ایک ایک قطرہ نافۂ مشک تتار ہے

خونریز توبہ زہد شکن اتقا گداز
شام آپکے شباب کی صبح بہار ہے

عشق و ہوس میں حسن کو تمیز چاہیئے
مانو نہ مانو آگے تمہیں اختیار ہے

بینائی اک ذرا نہیں نرگس کی آنکھ میں
یہ بھی مگر ستم زدۂ انتظار ہے

ہستی ہے عین موجۂ دریاے نیستی
درکار قوت نگہ اعتبار ہے

وقت اخیر اگر نہ بندھا غیر کا خیال
کنج لحد نہیں چمن کوے یار ہے

بنیاد روزگار کی نامحکمی نہ پوچھ
گنبد حباب کا تو بہت استوار ہے

سودائے ذوق جلوہ عبث جب نظر نہیں
جلوہ تو بہر اہل نظر بیقرار ہے

واعظ تو مجھکو چھوڑ دے میرے خدا کیساتھ
بندہ گناہگار وہ آمرزگار ہے

یہ بات وہ ہے جسکو مرے دل سی پوچھئے
عشق مژہ میں بھی خلش نوک خار ہے

ذوق ادا و ناز کہاں بیخودی کہاں
اب تو شراب وصل بھی کچھ ناگوار ہے

بہر زیارت آئے ترا تیر کیوں نہو
حسرت شہید یاس دل اُسکا مزار ہے

لو ابتو مرغ جاں نہیں ممکن کہ اُڑ سکے
تیر نگاہ ناز کلیجے کے پار ہے

مستی میں کوئی راز جو آسی سے فاش ہو
معذور ہے ابھی کہ نیا بادہ خوار ہے

کہتے ہو جان زار کو یہ مستعار ہے
دل پیشکش کروں تو کہو داغدار ہے

میدان رستخیز بڑا فتنہ زار ہے
وعدہ وہاں وفا ہو کسے اعتبار ہے

کس روز ایک رنگ پر اسکو قرار ہے
عاشق کی زیست ہمنفس روزگار ہے

سیل بنائے ہستی بلبل نہ ہو کہیں
تیغ ادائے جلوۂ گل آبدار ہے

کیا جال ہے ہماری گہرباری مژہ
جوش و خروش ہمت دریا شکار ہے

اے شمع ایک شعلے نے تجھکو کیا تمام
ہر قطرۂ سرشک یہاں شعلہ زار ہے

کیوں مونھ لگاؤ غیر کو اتنا کہ سر دُکھے
ہم جانتے تھے نشۂ مے کا خمار ہے

مانند آہ قبۂ گردوں سے چل نکل
ناحق اسیر کشمکش روزگار ہے

بلبل خزاں میں بھی کہیں کرتی تھی چہچہے
خون جگر سے آہ مری گلعذار ہے

دریا سے آتش آنکھوں سے اُمڈے تو جائیے
مانا کہ ابر بھی ہمہ تن اشکبار ہے

دشمن کو فکر کیوں میری صحبت کی پڑ گئی
اے دردِ عشق اب تو ترا اعتبار ہے

امساک بوسہ جھوٹ غلط افترا سہی
بات اتنی ہے کہ حسن کفایت شعار ہے

گو رسیہ سے خوف تو واعظ کو چاہیئے
پابند زلف عاشق شبہائے تار ہے

دونوں ہوں کامیاب وہ پہلو نکالیے
دل اُسطرف جگر ادھر اُمیدوار ہے

دام فنائے ہستیٔ موہوم واہ وا
عنقائے وصل یار ضرور اب شکار ہے

میخانے میں وہ آئے جو اُترے فنا کے گھاٹ
شمشیر موج بادہ بہت آبدار ہے

کیونکر ہوا سے وصل کے جھوکو نہیں اُڑ نہ جائے
ہستی تو کاروان نفس کا غبار ہے

شعر اور سر غیب یقیناً یہ میں نہیں
روح القدس ہے یا کرم کردگار ہے

اے رخش عمر تو نے گڑھے میں گرا دیا
آسی کو سنتے تھے کہ بڑا شہسوار ہے

آنکھیں بہائی ہیں غم فرقت میں رونے کیلئے
آستینیں ہاتھ آئی ہیں بھگونے کے لیئے

گلشن ہستی میں شکل غنچۂ گل یا نصیب
آئے ہم خستہ جگر دل چاک ہونے کیلئے

آنکھ سے جب مونھ پھرا آیا اشک غم کہنے لگا
آبرو ہے آشنائی میں ڈبونے کے لیئے

پھوٹنے پھلنے سے کیا واقف جو سبزے کیطرح
اس چمن میں ہے فقط پامال ہونے کیلئے

دولت ہوش و خرد یا نقد جاں یا جنس دل
جو یہاں ہے وہ ترے سودائیں کھونے کیلئے

قطرہ ہائے اشک حسرت کو نہ لا حاصل کہو
مزرع اُمید میں دانے ہیں بونے کیلئے

تو بھی کیا آئی اے شبنم یہاں میری طرح
اے فلک روشن دلوں سے آپ غفلت دور ہے
جز شب گور اب تو نیند آنا بہت دشوار ہے
قافلہ منزل کو جا پہنچا مگر مثل غبار
ایک سی ہیں عاشق و معشوق کی آنکھیں مگر
دم جو ٹوٹا عاشق بیمار کا آئی صدا
زندگی کا ہے بکھیڑا جو تکلف ہے یہاں
صبحدم دم توڑ لی تھی اور یہ کہتی تھی شمع
رنج و غم کے واسطے اسباب کی حاجت نہیں

ان گلوں سے ملکے چپکے چپکے رونے کیلئے
کس ستارے کو ملی ہے آنکھ سونے کیلئے
بس وہی اک رات ہی فرقت میں سونے کیلئے
رہ گئے ہیں ایک ہم برباد ہونے کے لئے
ایک رونے کیلئے ہے ایک سونے کیلئے
ہائے کیا اُنسے ملے تھے جان کھونے کیلئے
قبر میں حاجت نہیں تکئے بچھونے کیلئے
ہائے اس محفل میں ہم آئے تھے رونے کیلئے
آنکھ کب درکار ہے شبنم کو رونے کیلئے

اُس لٹیرے کی گلی میں ہم بھی آ سی کیطرح
نقد جاں سی چیز لیجاتے ہیں کھونے کیلئے

سارے عالم میں تیری خوشبو ہے
ہو گیا دام خوف و غم سے رہا
مصحف روئے یار جانی پر
نظم عالم کہ لاجواب لئے
ایک دم میں ہزار دفتر طے
برچھی تھی وہ نگاہ دیکھو تو
تو ہی تو اور بال بال اپنا
حد نہ پوچھو ہماری وحشت کی ہا
جوش اشک و تصور قد یار
جسنے مومن بنالیا ہم کو ہا

اے مرے رشک گل کہاں تو ہے
جو تمہارا اسیر گیسو ہے
قابض افسوس خال ہندو ہے
فرد اُس میں وہ بیت ابرو ہے
چشم حسرت غضب سخنگو ہے
لہو آنکھوں میں ہے کہ آنسو ہے
فاختہ اور شور کوکو ہے
دل میں ہر داغ چشم آہو ہے
سرو گویا کھڑا لب جو ہے
وہ تمہارا ہی مصحف رو ہے

جسکے کشتے ہیں زندہ جاوید — وہ تمہاری ہی تیغ ابرو ہے
دل جو بے مدعا ہو کیا کہنا — یہی ویرانہ عالم ہو ہے
تجھکو دیکھے پھر آپ میں رہ جاے — دلبر اتنا کسی کو قابو ہے

بلبل بھی ہے فخر جونپور آسی
خوابگاہ جناب شیخو ہے

وہ کیا ہے ترا جسمیں جلوا نہیں ہے — نہ دیکھے جو تجھے کوئی اندھا نہیں ہے
یہاں کیوں تم آؤ تماشا نہیں ہے — ہجوم غم و درد میلا نہیں ہے
کہاں دامن حسن عاشق سے اٹکا — گل داغ الفت میں کانٹا نہیں ہے
وہ کہتے ہیں میں زندگانی ہوں تیری — یہ سچ ہے تو انکا بھروسا نہیں ہے
کیا ہے وہاں اسنے پیمان فردا — یہاں ہے وہ شب جسکو فردا نہیں ہے
مری زیست کیونکر نہ ہو جاودانی — جو مرتا ہے اسپر وہ مرتا نہیں ہے
بھلا یار دل سوز ملتا ہے کس کو — جلایا دل اسنے تو شکوا نہیں ہے
وہی خاک اڑانا وہی گردشیں ہیں — یہ مانا کہ عاشق بگولا نہیں ہے
گلوگیر ہے ان بہوؤں کا تصور — گریبان میں اپنے کنٹھا نہیں ہے
بصارت ملی ہے ان آنکھونکو جب سے — سوا تیرے کچھ مینے دیکھا نہیں ہے
نہ آئینہ دکھلا تو اسے قلب صافی — تصور کسی کا ہے سکتا نہیں ہے
سمجھتے ہو جوشش انا الحق کی موجیں — وہ قطرہ نہیں ہے جو دریا نہیں ہے
کمال ظہور تجلی سے جانا — جو یہاں نہیں ہے وہ پیدا نہیں ہے
وہ دل کیا جو دلبر کی صورت نہ پکڑے — وہ مجنوں نہیں ہے جو لیلی نہیں ہے
دل و دین و جاں دیکے وہ ایک بوسہ — اگر ہاتھ آئے تو مہنگا نہیں ہے
مری حسرتیں اسقدر بھر گئی ہیں — کہ اب تیرے کوچے میں رستا نہیں ہے

ہر اِک طالب دیں ہی طالب فنا کا
کہ جب ہم نہیں آپ دنیا نہیں ہی

اسیروں سے اپنے اُلجھنا بگڑنا
یہ کیا ہے جو زلفوں کو سودا نہیں ہی

تری راہ میں کوئی کیونکر نہ سر دے
یہ دینا تو لینا ہے دینا نہیں ہی

ہجوم الم ہے نہ گھونگھٹ اُٹھاؤ
کہ عاشق تمہارا اکیلا نہیں ہی

بھرے جاے زر آمیں موتی خدا نے
دہان صنم ہے یہ غنچا نہیں ہی

عدو کیوں اُلجھتے ہیں ای رشک گلشن
ترا عاشق زار کانٹا نہیں ہی

وہ رہرو ہوں نہیں صورت نکہت گل
جسے خار رہ کا بھی کھٹکا نہیں ہی

مگر سر کے بل چلتے ہیں اُس گلی میں
نشان قدم کوئی پیدا نہیں ہے

نکل جاے دم اُن کی اُلفت میں آسی
سوا اِسکے اب کچھ تمنا نہیں ہے

روش اُس چال میں تلوار کی ہی
موت عشاق گنہگار کی ہے

گل و گلشن سے کہیں جی نہ لگا سے
یہ صدا مرغ گرفتار کی ہے

ہاے وہ ہمنفسان گلشن
یہ صدا مرغ گرفتار کی ہے

ہاے وہ گلبن و گلشن کی بہار
یہ صدا مرغ گرفتار کی ہے

رشک گلشن ہوا الٰہی یہ قفس
یہ صدا مرغ گرفتار کی ہے

نکہت گل نہ صبا بھی لائی ہا
یہ صدا مرغ گرفتار کی ہے

آکے بے پردہ ملیں وہ دم نزع
آرزو یہ دل بیمار کی ہے

دل کی قیمت سے ہیں کونین بھی کم
ہمت اب اسمیں خریدار کی ہے

پیش محراب نہ کیوں سجدے ہوں
صورت اُس ابروی خمدار کی ہے

چال وہ چل کہ نہو محشر خیز
یہ روش چرخ جفاکار کی ہے

مجکو ہنگامۂ محشر سے غرض
بس تمنا ترے دیدار کی ہے

سر بلندوں کو ہے جھکنا لازم	ق	یہ صدا گنبد دوار کی ہے
چار یاران نبیؐ میں آسی		تبعیت سب مجھے ہر یار کی ہے
طلب راہ خدا میں لیکن		پیروی حیدر کرار کی ہے

فرد

پڑے ہیں صورت نقش قدم نہ چھیڑو ہمیں	ہم اور خاک میں ملجائینگے اُٹھانے سے

زخمی ہوے آسی کہیں پھر تیر نظر سے	گرتا ہے لہو آنسوؤں میں دیدۂ تر سے
رومال بھی سرکاؤ کہیں دیدۂ تر سے	اشکوں میں نظر آتے ہیں کچھ لخت جگر سے
اب حاجت روزن نہ غرض رخنہ در سے	مُنہ اُسنے نکالا ہے یہاں چاک جگر سے
برباد کیا جس سے جہاں آنکھ لڑائی	خاک اُڑتی ہے عالم مین تری موج نظر سے
باطن سے نہیں راہ تو کیا دیدۂ ظاہر	آنکھ اپنی برابر نہ ہوئی چشم گہر سے
وہ نقد دل زار مرا پھیر کے بولے	یہ قلب ہے پرکھاؤ کسی اہل نظر سے
اے آئینۂ منزل عکس رُخ جاناں	آنکھ اپنی بدل دے میرے اس دیدۂ تر سے
بے تاب فنا جامۂ ہستی کو بنایا	تار نگہ مضطرب چشم شرر سے
مرتا ہوں میں اُنپر تو وہ آزردہ ہیں سُنکر	کیوں رنج نہو دوست کے مرنیکی خبر سے
ظاہر میں تو کچھ چوٹ نہیں کھائی ہے ایسی	کیوں ہاتھ اُٹھایا نہیں جاتا ہی جگر سے
پھر حسرت پیکان نگہ اے دل ناداں	ابتک تو ٹپکتا ہے لہو زخم جگر سے
بسمل ہوئی کیا حسرت دیدار کسی کی	خون آج ٹپکتا ہے تری تیغ نظر سے
ہے کلک گہر بار سے ثابت دم تحریر	جو شاخ ہے جُھک جاتی ہی وہ بار ثمر سے
پیش نگہ یار ہرن ہوگئے آنسو	دریاے رواں باندھ دیا سحر نظر سے
بادل کی ضرورت نہیں کچھ صحبت مے میں	ابر کرم ساقی بدست ہی بر سے

معدوم پریشاں نظری ہو کہیں باندھو
آئینہ طبیعت ہیں مگر اہل فنا بھی
شاہد ہیں مرے قول کے غنچے جو کھلے ہیں
جس پر متوکل تھے یہاں وہ ہے وہاں بھی
پھر حسرت پیکان نگہ اے دل ناداں
رگ رگ میں ہے جوش مئے سر جوش انا الحق

شیرازہ اجزا نگہ موے کمر سے
بے ساعت دیدار نکلتے نہیں گھر سے
پرزے ہوے دل نالۂ مرغان سحر سے
فارغ دم رحلت ہیں غم زاد سفر سے
ابتک تو ٹپکتا ہے لہو زخم جگر سے
دیکھا مجھے ساقی نے عجب مست نظر سے

آسی اسی حسرت میں مرے اور جیے ہم
بے پردہ نظارا ہو کہیں دیدہ تر سے

قطرے میں کچھ نہیں پانی کے سوا کیا کہیے
ہم کہاں ہم تو ہیں معدوم مگر ہے کوئی
لالہ و گل میں اُسی رشک چمن کی ہی بہار
سب بدل سکتے ہیں یہ سمع و بصر ہوش و خرد
کعبہ جب گھر ہے تو بتخانے میں ہونا کیسا
ایک ہستی کے سوا کچھ بھی نہ جانا ہمنے

بات کہنے کی نہیں ہے بخدا کیا کہیے
کہدیں کچھ صاف تو ہوتے ہو خفا کیا کہیے
باغ میں کون ہے اے باد صبا کیا کہیے
میری سنتے نہیں میرے رفقا کیا کہیے
اسکو بیجا کہیں یا کہیے بجا کیا کہیے
اے نکیرین پھر اور اسکے سوا کیا کہیے

آسی خاک نشیں ہے تو سیہ کار ضرور
سگ درگاہ رشیدی ہے بُرا کیا کہیے

رہ ملک عدم کا نام سُنکر دم نکلتا ہے
نظر باز اُنکے گھر سے ہو کے متوالا نکلتا ہے
غم اُسکا کیا خرام ناز ہے جو دلکو ملتا ہے
جوانی گو نہیں پر ناتوانی ہے ضعیفی کی
بھویں تشبیہ سرو بے ثمر کو قطع کرتی ہیں

یہ وہ رستہ ہے جسمیں ہر مسافر مر کے چلتا ہے
وہ جادو آنکھ کا مانند دور بادہ چلتا ہے
کلیجا کیا کوئی نالہ ہے جو مُنہ سے نکلتا ہے
ملے جو کوئی چکنی وضع پاے دل پھسلتا ہے
نہال قد وہی تلوار کا پھل جسمیں پھلتا ہے

ہوا تیری سمائی ہے جو اسے ابر کرم سر میں
خوشی سے پھول کر گیا کیا حباب بحر اچھلتا ہے

بسان شمع سوز غم میں کیا اخفائے گریہ ہو
گلے کا ہار ہو جاتا ہے جو آنسو نکلتا ہے

ہر اک داغ جگر میں جگمگاہٹ ہے ستاری کی
مگر کاغذ کیصورت عاشق لاغر بھی جلتا ہے

پڑا ہے نقش پا کیطرح عاشق تیرے کوچے میں
نہ اُٹھتا ہے نہ ہلتا ہے نہ پھرتا ہے نہ چلتا ہے

رہا کرتا ہے جھرمٹ انکے قدموں پر نگاہوں کا
تن شفاف پر پائے نظر ایسا پھسلتا ہے

پرایا حق وہ تھا جاتا رہا جو ہاتھ سے تیرے
بسان آسیا ناحق کف افسوس ملتا ہے

ملایا خاک میں ناقدریوں نے اہل بینش کی
جو شل اشک آنکھوں سے گرا وہ کب سنبھلتا ہے

درخت بار ور کیطرح پتھر روز کھاتا ہوں
جنون نخل قد یار مجھکو خوب پھلتا ہے

اگر شور شباب اتنا ہوا اسکا تکبر کیا
گھڑی دو پہر کا آفتاب حُسن ڈھلتا ہے

بسان شمع آخر آپ رہجاتا ہے جل بھنکر
کہیں آتش زبانی سے کسی کا کام چلتا ہے

مگر آتا ہے راہ کوچہ زلف معنبر سے
قبائے گل کو ہر جھونکا صبا کا عطر ملتا ہے

اُن آنکھوں کی قسم کچھ گرمی دل کم نہیں ہوتی
خیال جنبش مژگاں اگر پنکھا بھی جھلتا ہے

ملا وہ ماہ پیکر اپنی آغوش تمنا میں
سراپائے طلب بھی صورت افلاک چلتا ہے

مطلع
مگر تار نفس سوز دروں سے آج جلتا ہے
بسان شمع شعلہ سا ہمارے سر سے نکلتا ہے

زمین شعر سے ہنگام وصف قامت جاناں
ہر اک مصراع موزوں سرو بن بنکے نکلتا ہے

غم دنداں میں رشک ابر نیساں ہیں مری آنکھیں
دُر نایاب بن جاتا ہے جو آنسو نکلتا ہے

بندھا ہے جسمیں کچھ مضمون اپنی ناتوانی کا
بمشکل قافیہ اُس شعر کا پہلو بدلتا ہے

دم توصیف ابرو آسمان فکر آسی پر
مہ نو کیطرح ہر مصرع روشن نکلتا ہے

کلام درد آگین کی صفائی جان لیتی ہے
عروس فکر آسی رونمائی جان لیتی ہے

دم نزع رداں ایسی طرح ثابت ہوا مجھکو
فرشتہ بن کے بھی تیری جدائی جان لیتی ہے

زبان موج ہر بھر کر یہ کہتی ہے حبابوں سے
ہوا سرکش کے سر میں جب سمائی جان لیتی ہے

بسان شمع بجھ جاتا ہے سارا جسم گھل گھل کر
جنوں نے آگ جب سر میں لگائی جان لیتی ہے

مگر عمر رواں کی شان رفتہ رفتہ پیدا کی
کہ اُس سرو رواں کی بیوفائی جان لیتی ہے

بجز عشاق سم ہے بوسۂ خال رخ جاناں
کہ بے عادت جہاں افیون کھائی جان لیتی ہے

بہت مشکل ہے جینا آدمی کو عاشقی کرکے
اجل جسوقت جسکے سر پہ آئی جان لیتی ہے

جو برا تا ہے سوتے میں بھی آسی تو یہ کہتا ہے
الٰہی ابتو اُنکی پارسائی جان لیتی ہے

ذوق افزائے جنوں ہے اشتیاق غم مجھے
دل مرا درکار اُسکو اور اُسکا غم مجھے

میں وہیں سمجھا ملی جب کسوت آدم مجھے
عالم غم میں بنایا مرکز عالم مجھے

سجدے سے اُٹھنے نہیں دیتا کمال خم مجھے
آ کے اُس در پہ ہے واجب شکر بار غم مجھے

سب میں آتی ہے نظر کیفیت عالم مجھے
ہر حباب بحر کا ساغر ہے جام جم مجھے

کاش یہ سمجھو کہ میں کس شوخ کی تصویر ہوں
حیف سمجھتے ہو کہ دی ہے صورت آدم مجھے

ذرے ذرے میں ترا جلوہ سہی اُو آفتاب
دیکھنے دیتا ہے کچھ یہ دیدۂ پرنم مجھے

سنگباران حوادث اور یہ بیساختہ جاں
میں یہاں کیا کر کے آتا لائے دیکر دم مجھے

آ لپٹ کر تجھ سے رو لوں اے بہشت کوئی یار
آج کیوں اُسنے سنایا قصۂ آدم مجھے

اشک چشم غیر کی اللہ ایسی آبرو ہائے
گو ہر گوش صنم دیکھے بچشم کم مجھے

اور از ان بوسۂ رخسار اب کیا چاہیے
صاف زلفوں کی طرح اُسنے کیا برہم مجھے

ہائے سرگردانی ہر روزہ مہتاب ہائے
داغ ماتھے کا نہ ہوا ے فکر بیش و کم مجھے

روز رستاخیز معنی ہر خیال تازہ ہے
اہل عالم جانتے ہیں دوسرا عالم مجھے

دلمیں کیا کیا حسرتیں تھیں جنکے تم قاتل ہوے
پیٹنے دو کیوں رہے اب حسرت ماتم مجھے

میں تو تجھ میں محو تو صرف تنزل دمبدم
تیرے عالم نے دکھلائے لاکھوں ہی عالم مجھے

یہ تو کھلتا وصل ہے آئینہ دار مدعا
خط جو لکھا اُسکو لکھنا تھا خط توام مجھے

کھو گئی شاید دوئی عشق لب جاں بخش میں
کہتے ہیں بیمار رشک عیسیٰ مریم مجھے

گردن عاشق ہے وقف ہر بلائے آسماں
کچھ تو سمجھا تھا دیا تھا ضعف نے جب خم مجھے

دعوئ غمخواری اور اُسکا عدوئے جاں مرا
کردیا کیا فرط غم نے خود سراپا غم مجھے

واقعی صہبائے ذوق جلوۂ ہستی سوز ہے
وجد میں لاتی ہے آسی حالت شبنم مجھے

وصل ہے پر دل میں ابتک ذوق غم پیچیدہ ہے
بلبلا ہے عین دریا میں مگر نم دیدہ ہے

سجدہ تیرا فرض سمجھا جو ترا گرویدہ ہے
ماہ نو پیر فلک کا جبہۂ سائیدہ ہے

بے حجابی یہ کہ ہر صورت میں جلوہ آشکار
گھونگھٹ اُسپر وہ کہ صورت ابتک نادیدہ ہے

دل کی وہ وسعت کہ نقطے سے بھی کم سات آسماں
جسم یہ لاغر خط وہمی سے جو کاہیدہ ہے

فتنہ زار حشر سب سمجھے ہیں جس میدان کو
دامن ناز نگہ کا گوشۂ جنبیدہ ہے

دیجیے کس چیز سے تشبیہ تیرے حسن کو
ایک تو ہی دیدہ ہے تیرے سوا نادیدہ ہے

دم بخود رہنے دو کیوں رسوا ہو مجھکو چھیڑ کر
غیر دریا بلبلے میں اور کیا پوشیدہ ہے

دیکھکر محشر خرامی اُنکی اب سمجھا ہوں میں
ذرہ ذرہ کاروان فتنۂ خوابیدہ ہے

وادئ عرفاں میں داغ تہمت دخل دوئی
نقش پائے ناتوان عارف لغزیدہ ہے

مُنہ لگانا تھا کہ سب گرد کدورت دور تھی
بادۂ گلگوں مزاج عاشق رنجیدہ ہے

ہجر میں کیسا زمین و آسماں کا فاصلہ
جو ستارا ہے وہ داغ حسرت بالیدہ ہے

اتنے بتخانوں میں سجدے ایک کعبے کے عوض
کفر تو اسلام سے بڑھکر ترا گرویدہ ہے

آدمی کی سرکشی غفلت ہے اپنی اصل سے
ذوق سجدہ قطرۂ اُفتادہ میں پیچیدہ ہے

بادۂ رنگ فنا کا شیشۂ نازک مزاج
یا حباب بحر یا میرا دل شوریدہ ہے

دیر کیوں اے اذن جنت منزل میزاں کے بعد
اب تو ظاہر ہے کہ میرا ہر عمل سنجیدہ ہے

عاشق گریاں نے رات اپنی تڑپ کر صبح کی / چشم اشک آلودہ بھی زخم نمک پاشیدہ ہے

چشم نقش پا ہوا پامال انداز خرام کا / جسنے تیری چال کو دیکھا قیامت دیدہ ہے

حشر میں منہ پھیر کر کہنا کسیکا ہائے ہائے
آسی گستاخ کا ہر جرم نابخشیدہ ہے

مشتاق ترک لذت گفتار کیوں کرے / دیدار ہی کیواسطے اصرار کیوں کرے

جب تاب ہی نوائے جگر سوز کی نہیں ہے / صیاد حرص مرغ گرفتار کیوں کرے

ہاں خود نہیں وہ سایہ ہی اُسکا سہی مگر / یوں بے حجاب رخ لب دیوار کیوں کرے

کھایا مجھے بھی غم نے عوض کا گلہ نہیں / غم اسلیئے تو اے مرے غمخوار کیوں کرے

فرصت کہاں نظارۂ رخسار یار سے / دل فصل گل میں رغبت گلزار کیوں کرے

تڑپے تو سر پہ ایک قیامت بپا کرے / زلف اُسکی ایسے دل کو گرفتار کیوں کرے

طاقت نہو جو دیکھنے والوں کی آہ کی / یوں کوئی اپنی وضع طرحدار کیوں کرے

اک ہاں میں بیقراریونکی ہے نہیں یہاں / گو وصل ناگوار ہو انکار کیوں کرے

گردن ہو اور بار کرم یہ کہاں قبول / اپنا ہی سر نہ کیوں ہو گرانبار کیوں کرے

بار و دکا تو گھر نہ کہیں ہو رقیب کا / یعنی وہ منع آہ شرربار کیوں کرے

ترچھی نگاہ تیغ جدائی سے تیز ہے / عاشق کی مرگ سہل وہ دشوار کیوں کرے

بوسے سے بڑھکے بھی جو کوئی شے لذیذ ہو / تسلیم کا مزا ہو تو تکرار کیوں کرے

کیسا کرم یہ ضعف میں ہے پینے کی گھات / سر پر تمہارے سایہ وہ دیوار کیوں کرے

موسیٰ اگر ملیں تو یہ ہے پوچھنے کی بات / دل ہی نہ ہو تو حسرت دیدار کیوں کرے

محشر میں کچھ غرض مئے دیدار سے نہیں / دور اخیر میں وہ گنہگار کیوں کرے

آسی کو بھی بنا ہی کے چھوڑا شراب نوش

جو یار سا ہو صحبت ینخوار کیوں کرے

کچھ کہوں کہنا جو میرا کیجئے
چاہنے والے کو چاہا کیجئے

حوصلہ تیغ جفا کا رہ نہ جائے
آئیے خون تمنا کیجئے

فتنۂ روز قیامت ہے وہ چال
آج وہ آتے ہیں۔ دیکھا کیجئے

کسکو دیکھا اُن کی صورت دیکھکر
جی میں آتا ہے کہ سجدا کیجئے

فتنے سب برپا کیئے ہیں حسن کے
میری الفت کو نہ رسوا کیجئے

ہو مسلم وسعت ذوق نظر
قطرے میں جب سیر دریا کیجئے

نامرادوں کا جو شکوہ تلخ ہے
کیوں کسی کی بات مانا کیجئے

کون تھا کل باعث بے پردگی
آپ مجھسے آج پردا کیجئے

ایک وصل انکا وہ قسمت میں نہیں
اور کس شے کی تمنا کیجئے

حور جنت اُنسے کچھ بڑھکر سہی
ایک دل کیا کیا تمنا کیجئے

غیر پیارا ہے نظر شمشیر تیز
میری ہی جانب کو دیکھا کیجئے

مل چکے اب ملنے والے خاک کے
قبر پر جا جا کے رویا کیجئے

نام اگر درکار ہے مثل نگیں
ایک گھر میں جم کے بیٹھا کیجئے

کر دیا حیرت نے مجھکو آئینہ
بے تکلف منہہ دیکھا کیجئے

جوش میں آجائے رحمت کیطرح
ایک اک قطرے کو دریا کیجئے

راہ تکتے تکتے آسی جل بسا
کیوں کسی سے آپ وعدا کیجئے

بتلیے کیطرح آنکھوں کو جو اندھا کرتے
تجھکو اے بحر کرم دل ہی میں دیکھا کرتے

بے برے جینے کی کس جی سے تمنا کرتے
مر نہ جاتے جو شب ہجر تو ہم کیا کرتے

نالہ ہائے شب غم حشر یہ برپا کرتے
آج وہ ہم سے وفا وعدۂ فردا کرتے

دیکھتے کعبۂ ابرو کو تو سجدا کرتے
پاتے اُس مصحف عارض کو تو چوما کرتے

جاکے بتخانہ میں کسطرح نہ سجدا کرتے
بت میں بھی تو نظر آیا تو بتا کیا کرتے

یا الٰہی دل احباب کے ارمان کے ساتھ
اپنی محفل سے وہ دشمن کو نکالا کرتے

کشتۂ ضبط نفس ہونکیں فلک شاہد ہیں
یہ کہاں ہوتے اگر ہم کوئی نالا کرتے

عالم اک آئینہ خانہ ہے ترے جلوے کا
ہم جدھر دیکھتے آخر تجھے دیکھا کرتے

چھیڑ کر باتیں بھی اکدن نہ سنیں اس بت کی
سمجھے وہ تھا کہیں پتھر کو جو گویا کرتے

دل بیمار سے دعویٰ ہے مسیحائی کا
چشم بیمار کو اپنی نہیں اچھا کرتے

دل پر داغ یہ رو رو کے کہا کرتا ہے
آنکھیں پائی ہیں تو صورت تری دیکھا کرتے

جائے دل آئے جو پہلو میں بجا تُنے کیا
دل کو لیجاتے جو پہلو سے تو بیجا کرتے

حامل بار امانت ہو ظلوم اور جہول
اور کیا اس سے زیادہ مجھے رسوا کرتے

ہم نہ تھے محرم بے پردگی خلوت خاص
کچھ تجھے شرم بھی آتی نہیں پردا کرتے

نہیں عکس آئینہ خانہ میں تو ذی عکس نہیں
وہی پنہاں تھے اگر ہمکو نہ پیدا کرتے

جانتے تھے کہ شب ہجر نہیں کٹنے کی
پھر وہ خوش ہو کے نہ کیوں وعدۂ فردا کرتے

آنکھ آئینہ کی اللہ نے بخشی ہوتی
منہ ترا صبحدم اُٹھتے ہوئے دیکھا کرتے

گال والشمس ہیں۔ والنجم ہیں تل۔ صاد آنکھیں
مثل مصحف ہیں وہ آغوش میں آیا کرتے

صفحۂ آئینہ پہ ہمنے یہ مصرع لکھا
آنکھ والے تھے جو صورت تری دیکھا کرتے

جسکے دل چاک تھے ہم تھا وہی قاتل اپنا
صفت غنچہ نہ کیوں خون ہم اخفا کرتے

شمع ساں دل ہیں گداز آپکے جانسوزونکے
آپ محفل میں بلاتے بھی تو رویا کرتے

دیکھ سکتا فلک شعلہ اگر اتنا ہی
ہم تجھے چشم تصور ہی سے دیکھا کرتے

اپنے بیمار کے پاس اُنکو ضرور آنا تھا
مار ہی ڈالتے آکر جو نہ اچھا کرتے

تونے دعوائے خدائی نہ کیا خوب کیا
اے صنم ہم ترے دیدار کو ترسا کرتے

دسترس آرسی کیطرح اگر پاجاتا
کیا حبابوں میں ہوا عنصر فرہاد کی ہے

گھورتا میں تجھے دشمن مرے دیکھا کرتے
سرتو یہ بادِ ہوائی نہیں پھوڑا کرتے

زندگی فرقت دلدار میں کیا اے آسی
مر نہ جائے جو شب ہجر تو ہم کیا کرتے

۱ نہ کبھی کے بادہ پرست ہم نہ ہمیں یہ کیف شراب ہے
لب یار چومے ہیں خواب میں وہی جوش مستی خواب ہے

۲ مئے عشق جسمیں ہی ٹپکتی ہے دل سوختہ وہ کباب ہے
جو کرے کباب دل وجگر اُسے سمجھیں ہم کہ شراب ہے

۴ کبھی میری ہی تجھے چاہ تھی تیری دلمیں میری ہی راہ تھی
کبھی اسطرف ہی نگاہ تھی کہ یہ سب خیال ہے خواب ہے

۳ وہی پیش چشم ہے یار ہر نظر مگر اب بھی شوق نقاب ہے
وہی میری ہر رگ و پے میں ہے مگر اب بھی مجھسے حجاب ہے

دل مبتلا ہے ترا ہی گھر اسے رہنے دے کہ خراب کر
کوئی میری طرح تجھے مگر نہ کہے کہ خانہ خراب ہے

اگر آنکھ کھولو تو کچھ نہیں اثر وجود بجز فنا
ہے سواد ہستی بے بقا کہ بیاض چشم حباب ہے

انھیں کبر حسن کی نخوتیں مجھے غیض عشق کی حیرتیں
نہ کلام ہے نہ پیام ہے نہ سوال ہے نہ جواب ہے

دل عندلیب پہ شق نہیں گل و لالہ کے یہ ورق نہیں
مرے عشق کا وہ رسالہ ہے ترے حسن کی یہ کتاب ہے

کوئی گل نہیں کہ جسمیں ہو مرے گل کی نکہت جانفزا
مرے مست کرنے کو پھول بھی تو چمن میں بادۂ ناب ہے

یونہیں اپنے کوچے میں رہنے دے نہ غبث اُٹھا کے ستا مجھے
جو اُٹھے تو وہ جگر اُٹھے کہیں مجھمیں اُٹھنے کی تاب ہے

کبھی تجھکو دلمیں ہی غور ہے کہ نظارے کا ہی طور ہے
یہ سمجھ تری کہ وہ اور ہے یہی منہ پہ اُسکے نقاب ہے

جو حجاب تھا وہ اُٹھا مگر کہ وہ دلمیں اب ہوئی جلوہ گر
مرے گھر میں بارے کیا گذر یہ خیال کیجئے کہ خواب ہے

کہیں پوچھ ہی اُٹھے وہ صنم کوئی دم کٹا ہے بغیر غم
وہ محاسبے میں ہے دمبدم جسے خوف روز حساب ہے

وہ ہزار آسی زارسے ملیں لطف سے کرم پیار سے
مگر اپنے دل میں نہ دینگے گھر کہ وہ ایک خانہ خراب ہے

پس مرگ تو اُسکو میں دیکھوں بھلا کہیں ایسی بھی بخت خداد ہی مجھے
سر گور جو آئے وہ ماہ لقا کوئی خواب لحد سے جگادے مجھے

ترے بار فراق سے پس ہیں گیا دل غمزدہ سینے میں خون ہوا
مگر اب بھی تو کوئی برنگ حنا ترے قدموں سے لپٹے لگا دے مجھے

دم مرگ غضب ہے وہ گرم نظر ہوے رشک مسیح وہ ہونٹھ اگر
یہی کھیل ہے اندنوں آٹھ پہر وہ جلا دے مجھے یہ جلا دے مجھے

میری آفت جاں ہی وہ کج نظری ہمیں نیست کرے گی وہ بے کمری
یہی چال جو اسکی ہے ناز بھری تو نہ خاک میں کیسے ملا دے مجھے

کسی طرح تو سنبھلے یہ جان حزیں میرے پاس وہ آئے ضرور نہیں
رہے دور ہی مجھسے وہ ماہ جبیں مگر اپنی جھلک تو دکھا دے مجھے

ہوئی عمر فراق میں مجھکو مرے ترے ساغر چشم ہیں دونوں بھرے
وہ آب حیات کو مات کرے کوئی ایسی شراب پلا دے مجھے

ترے کوچے میں آکے کھڑا ہوں صنم نہ ہے آنکھوں میں جان نہ سینے میں دم
یہ پڑا جو ہوں صورت نقش قدم کوئی خاک میں آکے چھپا دے مجھے

یہی حسرت دل ہے کہ اے مرے رب ہو اتنی تو ہمت خیر دے اب
کروں وصل میں بوسے میں جتنے طلب وہ کچھ اور بھی اوس سے سوا دے مجھے

جو وہ تیغ نگاہ کہیں ہو علم کوئی پوچھے نہیں جو بپا ہو ستم
کہیں سر ہوں بدن سے کسی کے قلم کہیں خون میں آکے ڈبا دے مجھے

یہی سوچ ہے آسی خستہ جگر مرے خشک ہوں کیسے یہ دامن تر
وہی دامن پاک سے اپنے مگر کہیں کھا کے جو رحم ہوا دے مجھے

آج وہ ہیں مجمع احباب ہے
میرے جسم زار کا ہر رو نگٹا
ہے دُر خوش آب دریاے وجود

ایک مہجور آسی بیتاب ہے
نالہ زار فرقت احباب ہے
ہجر میں دل ماہی بے آب ہے

ذرہ ذرہ کوچۂ سفاک کا
محشرستانِ دلِ احباب ہے

کچھ نہیں ہوتا ہے جبتک کچھ نہو
یہ طلسم عالمِ اسباب ہے

موت تھی یا بیقراری کا علاج
میت اپنی کشتۂ سیماب ہے

دیکھیے حوریں دکھائی جاتی ہیں
امتحان عاشقِ بیتاب ہے

وصل میں بھر بنا ہے زندگی
ہر سپیدۂ صبح کا سیماب ہے

میری آنکھیں اور دیدار آپ کا
یا قیامت آگئی یا خواب ہے

ڈوب اے غواص دریائے طلب
وصل جاناں گوہرِ نایاب ہے

قطرہ دریا کا سوایا ہو گیا
روئے چار آنسو جہاں پایاب ہے

اے نمک زارِ تبسم واہ وا
زخم سینے کا گلِ شاداب ہے

وصل ہو دورِ دہن ہو یا کمر
ان میں جسکو دیکھیے نایاب ہے

قصر تن پیری میں مسجد ہو گیا
قد جہاں خم ہو گیا محراب ہے

روز فرقت بھی ہے کیا رنگیں مزاج
بادۂ گلرنگ خونِ ناب ہے

چوٹ کھائی تم نے اے آسی کہیں
کچھ نہ پوچھو دل آج لذت یاب ہے

عیاں ایسے کہ ہر شے میں نہاں تھے
نہاں ایسے کہ ہر شے سے عیاں تھے

حجاب گنج مخفی میں نہاں تھے
الٰہی ہم کہاں آئے کہاں تھے

کسی نے بھی نہ دیکھا ہم جہاں تھے
بدن تھی خلق ہم مانند جاں تھے

بسان نالہ سر کھینچا ہے باہر
ہم اہل درد کے دل میں نہاں تھے

رہے رستے ہی میں قدموں سے چھوٹ کر
مگر ہم نقش پائے رفتگاں تھے

جب اس کوچے کی حاصل تھی گدائی
خداوند زمین و آسماں تھے

ہوئے ظاہر بسان نور باطن
دل ارباب دل میں ہم نہاں تھے

ترے کوچے میں جب چلنا پڑا تھا
بسان اشک آنکھوں سے رواں تھے

کچھ ایسے نشۂ ہستی سے بہکے
نہیں جانا کہاں آئے کہاں تھے

سراپا درد تھے مانند دل ہم
مرض تھے پر نصیب دوستاں تھے

کہاں داغ اسکی الفت کے کہاں دل
یہ درہم گنج مخفی میں نہاں تھے

نہ دوڑے جز سواد کوچۂ یار
مگر ہم بھی خیال دوستاں تھے

نہ کیوں صیاد وقت مرگ آتا
کہ ہم باغ جہاں میں مرغ جاں تھے

نہ ہرگز بزم ساقی میں رکے ہم
مگر دور شراب ارغواں تھے

حائل تھے گلوے دختر رز میں
مگر دست خیال میکشاں تھے

رہی راتوں کو اکثر سیر افلاک
مگر ہم تیر آہ بیکساں تھے

کہاں ڈالا خلل وصل عدو میں
گھڑی تھے نہ ہم بانگ اذاں تھے

بہار باغ ہستی تھی ہمیں سے
نظر سے گو برنگ بو نہاں تھے

عیاں ایسے کہ تھے سب سے نہاں ہم
نہاں ایسے کہ ہر شے میں عیاں تھے

نہ تھا معشوق جسمیں غیر عاشق
عجب خلوت تھی وہ بھی ہم جہاں تھے

اٹھے ہم اٹھ گیا پردہ دوئی کا
ہمارے اسکے بس ہم درمیاں تھے

چلے زیر زمیں بے بال و پر آج
کبھی ہم طائر عرش آشیاں تھے

نہ شکر اسکا کیا تلوار کھا کر
کہ زخم اپنے دہان بے زباں تھے

کچھ ایسی تھی شب غم کی چڑھائی
کہ نالے شمع بزم لامکاں تھے

گئے وہ دن کہ ہر دم یہ جگر دل
لہو بنکے آنکھوں سے رواں تھے

نہ رہتے تھے ٹھکانے ایک ساعت
کبھی ہم بھی حواس عاشقاں تھے

گلستان جہاں میں کون ٹھہرا
جو سرو آسے نظر سرو رواں تھے

خدائے انکو پہنچایا ہدف تک
خدنگ آہ تیر بے کماں تھے

یہ مصرعہ ٹھیک نہیں سے صاف نہیں پڑھا گیا"

جو اُس محفل میں ہم جانے بہی پاسے
پیاسے آنسو آنکھوں سے رواں تھے
نہ نکلی بات موںہہ سے صورت شمع
ق
زبان ایسی تہی گویا بے زباں تھے

مرے پہلو میں کل بیٹھے تھے آسی
مگر جیب تک تھے مثل دل تپاں تھے

غلط ہی آسی یہ بد گمانی وہاں کسیکا گذر نہیں ہی
کہ آجتک تیری حالتونکی کہیں کسیکو خبر نہیں ہے

وہ حال اسطرح پوچھتے ہیں کہ اُنکو گویا خبر نہیں ہے
تجاہل ایسا ہی درد دل ہی کہ دلمیں جسطرح گھر نہیں ہے

وہ کیوں سہیں حسن کا تقاضا یہی ہے کچھ حجاب میرا
نقاب اُلٹیں وہ بے تکلف کہ مجھکو تاب نظر نہیں ہی

وصال و فرقت کے شکر شکوی تو کیوں ہو دیدار کی تمنا
جو غیر اُسکے کسیکو دیکھے کبھی وہ صاحب نظر نہیں ہی

ہم اور ضبط اب کہاں وہ طاقت چھپائیں اب کیسے سرِ الفت
تمہاری تیروں نے چھان ڈالا وہ دل نہیں وہ جگر نہیں ہی

کہو نہ کہتے تھے ہم یہ تم سے کہ حسن و عشق آخر ایک ہونگے
دیئے ہیں وہ بار غم نے جھونکے کہ اب یہاں بھی مگر نہیں ہے

بسان عمر رواں کسی کو سفر نہ پیش آئے بیکسی کا
کہ راہ میں نقش پا نہیں میل رہ نہیں راہبر نہیں ہی

کہاں وہ آئے کدہر سے آئے کہاں وہ ٹہری کدہر سدھارے
اُنھیں میں ہم محو تھے کچھ ایسے کہ اُنکی بہی کچھ خبر نہیں ہے

نہ کیوں ہو دل کو یقین پیدا شہادت اُنکی ہی غیب اُنکا
نقاب منہ پر نہیں ہی لیکن کسیکو تاب نظر نہیں ہے

رقیب جبتک کہ اُٹھ نہ جائے ہمیں تو پاس اپنے کیوں بلائے
سوا ترے کچھ نظر نہ آئے ہماری ایسی نظر نہیں ہے

جو اپنے دم سے بہی آدمی کو نصیب ہو اتحاد کامل
کسے نہیں ہیں خلوت انجمن میں وطن میں کسکو سفر نہیں ہے

خفا نہو مانو بات میری نہ راہ لو غیر کی گلی کی
یہ سچ ہی بیخود پڑا ہے آسی مگر کبہی بیخبر نہیں ہے

دل عاشق میں قلق حد سے سوا ہوتا ہی
ذکر محبوب بہی اندوہ فزا ہوتا ہے

بت پندار جو اسمیں سے جدا ہوتا ہے
یہی دل رتبے میں کعبے سے سوا ہوتا ہے

انہیں کانوں سے انا الحق کی سُنے ہیں نعرے
آدمی میں عشق میں کیا جانئے کیا ہوتا ہی

حُسن کی چارہ گری کا ہی بڑا شور مگر
دردِ اُلفت کہیں محتاج دوا ہوتا ہے

غیر کو غیر جو سب کہیئے تو غلط ثابت ہو
اور کہیئے کہ وہی ہے تو خفا ہوتا ہے

عشق کامل ہو تو مرشد نہیں ایسا کوئی
خود وہی قبلہ وہی قبلہ نما ہوتا ہے

سو ئے منصور انا الحق کی غلط نسبت تھی
کوئی کہدے کہیں بندہ بھی خدا ہوتا ہے

دل جو تھا خاص گھر اُسکا نہ بنایا افسوس
مسجد و دیر بنایا کرو کیا ہوتا ہے

دلربائی تری ہر بار نرالی نکلی
واہ رے حسن کہ ہر جلوہ نیا ہوتا ہے

امتیاز من و تو کچھ بھی تو باقی رہتا
بادۂ جلوہ غضب ہوش ربا ہوتا ہے

دشمن زیست جدائی ہی تو ملنا کیا ہی
قطرہ دریا سے جو ملتا ہی فنا ہوتا ہے

غیر سے قطع نظر چاہیئے شیدائی کو
حاصل خلوت و بزم ایک مزا ہوتا ہے

محو و اثبات کے جھگڑے میں پھنسا کر تمکو
دیکھئے کب لطف ترا عقدہ کشا ہوتا ہے

بے حجابی تھی پسند اُنکو ابھی کل کی ہی بات
آج پردے میں ہیں پھر دیکھیئے کیا ہوتا ہے

ذرۂ خاک قدم سلطنت ہفت اقلیم
کیا گدائے در دلدار گدا ہوتا ہے

پھر گئے خلد کو آدم مگر ابلیس تو جلے
نہ بُرا سوچ کسیکا کہ بُرا ہوتا ہے

جسمیں دیدار ہو وہ بھی ہے قیامت کوئی
یہ قیامت ہے کہ وہ مجھسے جدا ہوتا ہے

ابھی دیکھا نہیں اُسیر تو یہ بیتابی ہے
دیکھیئے دیکھکے کیا حال میرا ہوتا ہے

ہمت شیخ کی صیقل کی بدولت آسیؔ
یہی دل آئینۂ روے خدا ہوتا ہے

زخم دل ہم دکھا نہیں سکتے
دل کسیکا دکھا نہیں سکتے

ہاں وہ صورت دکھا نہیں سکتے
کیا صدا بھی سنا نہیں سکتے

وہ یہانتک جو آ نہیں سکتے
کیا مجھے بھی بلا نہیں سکتے

لذت اک گونہ چاہیئے مجھکو
کیا وہ دل بھی دکھا نہیں سکتے

وعدہ بھی ہے تو ہے قیامت کا
جسکو ہم آزما نہیں سکتے

دل بھی نکلا حریف عنقا کا — اب کہیں تجھکو پا نہیں سکتے

مدد اے نالہ ہاے بے تابی — سوتے ہیں وہ جگا نہیں سکتے

اب سے پھر جاؤ حضرت موسیٰ — تاب دیدار لا نہیں سکتے

اُنکو گھونگھٹ اُٹھانے میں کیا عذر — ہوش میں ہم جو آ نہیں سکتے

عشق کیسا توان فرسا نکلا — کسکے طعنے اُٹھا نہیں سکتے

کسکے دل تک پہونچتی ہے یہ بات — دل دشمن دکھا نہیں سکتے

مانگتے موت کی دعا لیکن — ہاتھ دل سے اُٹھا نہیں سکتے

اُنسے اُمید وصل اے توبہ — وہ تو صورت دکھا نہیں سکتے

آپ بھی بحر اشک ہیں گویا — آگ دل کی بجھا نہیں سکتے

اُن کو دعواے یوسفی آسی
خواب میں بھی جو آ نہیں سکتے

جز بزم شاعراں نہ کوئی ملا قدرداں مجھے — آنکھیں کسیکی کہتی ہیں جادو بیاں مجھے

کرنا ہی بزم شعر میں وصف دہاں مجھے — دم بھر کو آج کردے خدا غیب داں مجھے

لائی عدم میں کشتی عمر رواں مجھے — پہونچا دیا ہے بیٹھے بٹھائے کہاں مجھے

آغوش میں بھی چاندسی صورت نظر رہے — رحمت اگر ملے صفت آسماں مجھے

بلبل نہیں میں طائر نکہت ہوں اے نسیم — ہے ایک غنچہ ساں قفس آشیاں مجھے

گلہائے نقش پا کیطرح باغ دہر میں — جو چل گئی ہوا ہوئی باد خزاں مجھے

جائے سخن زباں سے شعلہ بلند ہے — محفل میں ایک شمع ملی ہمزباں مجھے

سنتا ہوں یار کے لب چاہ ذقن بھی ہیں — یوسف نہ گر پڑیں تو نہ کہنا کنواں مجھے

اے مشت خاک چل دیے پرشور جواہم عمر — لازم ہے سمجھیں گرد پس کارواں مجھے

اے نقش پا ہدایت راہ فتادگی — تلقین نالہ اے جرس کارواں مجھے

رخنے [illegible] تھے دل میں صورتِ نی [illegible]
دمبازیوں نے تیری سکھائی فغاں مجھے

صدموں نے ہجر کے مجھے بے کیف و کم کیا
کیوں وصل میں ہو قید زمان و مکاں مجھے

دل کیا کہ جا نہیں ہے جگہ تیری ای پری
قد سہی ہوا الف لفظ جاں مجھے

پیارے کیطرح شعلۂ غم لیکے اُڑ گیا
ڈھونڈھو گے بھی تو پاؤ گے اب تم کہاں مجھے

سینے میں دل اگر نہ ہے حرص نالہ کیوں
کیا بات کہہ گیا جرس کارواں مجھے

صبر و قرار و ہوش و خرد کسکو روئیے
پامال کر رہا ہے غم رفتگاں مجھے

حق پوچھئے تو بات یہی انصاف کی یہی
نام عدو لیا تو کہا بدزباں مجھے

باغ جہاں میں طائر رنگ پریدہ ہوں
خوف قفس ہے کچھ نہ غم آشیاں مجھے

گذرا میں اپنی جان سے کسکا بُرا کیا
کیوں خاک میں ملاتے ہیں اہل جہاں مجھے

ملتا ہوں دم میں راہروان عدم سے میں
بانگ جرس ہے ہر نفس کارواں مجھے

کیونکر کہوں کہ چار نگاہیں عدو سے کیں
آدھی نگاہ نے تو کیا نیم جاں مجھے

لائی عدم سے لے ہی چلی جانب عدم
کیسی رفیق رہ ملی عمر رواں مجھے

وہ آہ کر کہ پھونک دی دونوں جہان کو
بھڑکا رہا ہے شعلۂ سوز نہاں مجھے

خار سر حریم چمن ہوں میں ناتواں
گلچیں سے ڈر ہے کچھ نہ غم باغباں مجھے

گذرا جدھر سے جوش جنوں میں ہدف بنا
پیر و جوان خلق ہیں تیر و کماں مجھے

جاتا تو ہوں عیادت چشم علیل کو
ٹپکینگی خاک پر نگہ ناتواں مجھے

اغیار پر نگاہ کرم میرے سامنے
کیا تیر مارتا ہے وہ ابرو کماں مجھے

اس قافلے میں ہوں جرس کارواں کیطرح
کرتا ہے سینہ کوب غم ہمرہاں مجھے

آسی شہید عشق ہوں مُردا نہ جاننا
مر کر ملی ہے زندگی جاوداں مجھے

میں اور مئے ناب مرا منہ یہ کہاں ہے
تلچھٹ بھی اگر دے کرم پیر مغاں ہے

میرے سر شوریدہ کو محروم نہ رکھنا
سنتا ہوں کہ جو کھٹ تری ماوای جہاں ہے

کیا راہ طلب مر کے بھی طے ہوتی ہے آسی
آسودگی حرفیست یہاں ہی نہ وہاں ہے

فنای ہستی عاشق وصال جاودانی ہے
ہماری جان کا دشمن ہمارا یار جانی ہے

کہاں مسکن کہاں مدفن کہاں ہنگامہ محشر
ہوای دولت دیدار میں کیا خاک چھانی ہے

پھر مزاج اُس رند کا کیونکر ملے
جسکو اُسکے ہاتھ سے ساغر ملے

ظاہر و مظہر میں فرق ایسا نہیں
پیر ہاتھ آیا تو پیغمبر ملے

کسقدر ٹھہرا بلند اُن کا مقام
مل گیا مولا جسے حیدر ملے

یہ بھی ملنا ہے کہ بعد از صد تلاش
حد وہم و فہم کے باہر ملے

میری آنکھیں اور اُسکی خاک پا
تیرے کوچے کا اگر رہبر ملے

کعبہ بتخانہ کلیسا صومعہ
پھرتے ہیں در در کہ تیرا گھر ملے

وصل ہے سر جوش صہبای فنا
پھر اگر کوئی ملے کیونکر ملے

ملنے کے پہلے فنا ہونا ضرور
پھر فنا جو ہو گیا کیونکر ملے

کچھ نہ پوچھو کیسی نفرت ہم سے ہے
ہم ہیں جبتک وہ ہمیں کیونکر ملے

آسی گریاں ملا محبوب سے
گل سے شبنم جسطرح رو کر ملے

ہے صید فنا جو ہدف تیر نظر ہے
چیر و مرے سینے کو نہ دل ہے نہ جگر ہے

او خنجر ناز بت طناز کدھر ہے
درد دل عاشق کی دوا زخم جگر ہے

ملنے کی یہی راہ نہ ملنے کی یہی راہ
دنیا جسے کہتے ہیں عجب راہگذر ہے

وہ دور چلا جام مئے بیخبری کا
ہم وہ ہیں کہ وہ ہم نہیں اتنی بھی خبر ہے

عمر اپنی رواں ہے تو اقامت ہے کروکا
سمجھے اگر انسان تو دن رات سفر ہے

سنتے ہیں کہ ہر سمت نظارہ ہی اُسیکا
جو آگے نہ پیچھے نہ ادھر ہے نہ اُدھر ہے

شرم آتی ہے کہتے ہوئے عاشق ہوں کسی کا
نالوں میں نہ تاثیر نہ آہوں میں اثر ہے

تھیں یاس کی نظریں مری یا تیر قضا تھے
صف بندی مژگان صنم زیر و زبر ہے

عاشق کے لب خشک ہوں یا دیدۂ پرنم
یا میرے دہن سے کوئی لب خشک تر ہے

کیا روشنی اس عارض پر نور جبیں کی
جب نقش قدم رشک دہ شمس و قمر ہے

انجام کی منزل ہے کڑی دیکھئے کیا ہو
دنیا میں جو آئے ہو یہ آغاز سفر ہے

وہ تیغ نگہ پیک اجل اور مرے پاس
ٹوٹے ہوئے دل کی وہی ٹوٹی سی سپر ہے

جز نام نشاں اور پتا کچھ نہیں اسکا
عشاق کی ہستی ہی جیسے موئے کمر ہے

پہونچوگے اسی کوچے میں جس راہ سے جاؤ
جو راہ ہے اس کوچے کی پر خوف و خطر ہے

شمشاد سے آسی کی محبت نہ کسی سے
اپنی نہ خبر کچھ نہ پرائے کی خبر ہے

لغزش ہوئی جب حضرت آدم سے نبی کو
آسی کو برا کیوں کہو وہ بھی تو بشر ہے

قطرہ وہی کہ روکش دریا کہیں جسے
یعنی وہ میں ہی کیوں نہ ہوں تجھسا کہیں جسے

وہ اک نگاہ اے دل مشتاق اضطراب
آشوب گاہ حشر تمنا کہیں جسے

بیمار غم کی چارہ گری کچھ ضرور ہے
وہ درد دل میں دے کہ مسیحا کہیں جسے

اے حسن جلوہ رخ جاناں کبھی کبھی
تسکین چشم شوق نظارا کہیں جسے

اس ضعف میں تحمل حرف وصال کہاں
ہاں بات وہ کہوں کہ نہ کہنا کہیں جسے

وہ ایک ذرہ خاک قدم بہر چشم شوق
موسی نگاہ مہر تجلا کہیں جسے

ہمبزم ہو رقیب تو کیونکر نہ چھیڑئے
آہنگ ساز درد کہ نالا کہیں جسے

پیمانہ نگاہ سے آخر چھلک گیا
سرجوش ذوق وصل تمنا کہیں جسے

آسی جو گل سے گال کسی کے ہوئے تو کیا
معشوق وہ کہ سب سے نرالا کہیں جسے

عشق نہ آجائے کہیں مانند موسیٰ دیکھیے
میری آنکھوں سے نہ اپنا آپ جلوا دیکھیے

دیکھکر منہ یار کا کیا جانئے کیا دیکھیے
منہ دکھائی دے اگر اوسکی کف پا دیکھیے

نور و ظلمت جو ہو سب میں ایک جلوا دیکھیے
رنگ بیرنگی میں سب میں رنگ پیدا دیکھیے

میں نہیں کہتا کہ سنبل یا نہ لالا دیکھیے
زلف و روے یار کا بھی انمیں جلوا دیکھیے

جی میں ہے اپنے ہی جامے میں وہ جلوا دیکھیے
وسعت دامان صحرائے تمنا دیکھیے

صبح پیری میں تو ایسا ہو کہ مثل پیر صبح
چاک دل میں شاہد خورشید سیما دیکھیے

کی نظر جیسے مرے باطن میں تو ظاہر ہوا
وہ بھی قطرا ہے نہ جس قطرے میں دریا دیکھیے

آفتاب روی لیلے جلوہ گر ذرونمیں ہے
چشم مجنوں سے جو موج ریگ صحرا دیکھیے

میں تصور سے اوٹھا دیتا ہوں پردا بیچ کا
ہجر کی شب آپ بھی میرا اثر پنا دیکھیے

دل بنا ہر جزو تن ہر داغ دل اک چشم شوق
اپنی دیدا اپنے تصور کی تمنا دیکھیے

کیا لگایا ہے ہجوم غم نے میلا اندنوں
آئے بھی دل میں عاشق کے تماشا دیکھیے

حسب استعداد طالب چاہئے فیض کرم
منہ ہمارا دیکھیے اور ایک بوسا دیکھیے

خامشی اچھی نہیں اے خضر راہ مدعا
کچھ تو کہئے گو یہی کہئے کہ رستا دیکھیے

آپ سے جو پردۂ افلاک میں چھپتا نہ تھا
ہم نے سینے میں چھپا رکھا وہ جلوا دیکھیے

کیا بتاؤں کسنے نظروں میں کیا عالم سیاہ
آئینے میں اپنی آنکھیں دیکے سرما دیکھیے

سر برہنہ پھر رہے ہیں ہم بسان آفتاب
آنکھ اگر ٹھہرے تو نور داغ سودا دیکھیے

دید کے قابل سبھی ہر لالہ و گل اے بہار
کچھ نظر آتا نہیں تیرے سوا کیا دیکھیے

وہ نظر دے برق خرمن سوز پندار خودی
تو ہمیں میں ہو مگر تجھکو اکیلا دیکھیے

موسیٰ و جبریل کی بھی ذنگ ہے دید و شنید
دیکھنا سنئے ہمارا اور سنا دیکھیے

کرتی ہے دیوانہ آخر آپکی تصویر بھی
محو زینت ہوکے آئینہ نہ اتنا دیکھیے

صورت نقش کف پا خاک میں ملنے کے بعد
اپنے رستے میں مرا آنکھیں بچھانا دیکھیے

خاک میں ملکر بھی آنکھیں بند ہوں ممکن نہیں
راہ تیری صورت نقش کف پا دیکھیے

آپ سے دیکھی نہیں جاتی تھی میری زندگی
لیجیے مرتا ہوں اب مرنا تو میرا دیکھیے

کیا پیا ہے چل رہا ہے دور صہبائے فنا
رنگ ذوق محفل امواج دریا دیکھیے

خاک ہوکر بھی نہ چھوڑیں دامن محبوب ہم
دست مجنوں دیکھیے دامان صحرا دیکھیے

رات آسی کہتے تھے اپنے سیہ خانے کو گور
جیتے جی مرجاتے ہیں عاشق تماشا دیکھیے

ہاں یہ مانا کہ جو نکلے بھی تو مر کر نکلے
پر یہ حیرت ہے کہ اوس کوچے سے کیونکر نکلے

آتے ہیں پیکر دہی میں یہاں مثل حباب
نذر قاتل ہے اگر سر تہ افسر نکلے

شمع کی طرح ہجوم آج ہے پروانوں کا
کیا وہ رکھے ہوئے سر پر کلہ زر نکلے

دیکھکر حسن بتاں منہ سے نکلتا ہے درود
بھول کر بھی میری نظروں میں یہ بتہر نکلے

وہ چلے چال کہ پامال ہے سارا عالم
جان تم بھی صفت چرخ ستمگر نکلے

کوئے قاتل سے کروں میں سفر ملک عدم
کوئی رستا جو بسان دم خنجر نکلے

ہیں وہ مے نوش کہ لائے کیطرح خاک سے بھی
ہم چڑھائے ہوئے جام مئے احمر نکلے

کون یوسف کیطرح باغ میں بکنے آیا
کہ گل و غنچہ لئے مٹھیوں میں زر نکلے

دیکھکر جنگ سخن مصرع پڑا آپ مرے
مثل ابروے صنم باندھ کے خنجر نکلے

پھر سیہ بخت ہی کہلاؤں سویدا کی طرح
دل روشن میں بھی با الغرض اگر گھر نکلے

ترک چشمان صنم لڑ گئے آپس ہی میں
دونوں جانب سے بھنویں کھینچی ہیں خنجر نکلے

کوچۂ خاک دل خستہ دلاں کیا کہنا
الٹو جس ذرہ کو اوس کوچے میں دلبر نکلے

آنسوؤں میں ہو کہاں عکس فگن حسن ترا
دل کے ٹکڑے مری آنکھوں سے مقرر نکلے

کھیل سمجھا ہے کچھ افشائے سیہ کاری عشق
دیکھنا دود جگر منہ سے نہ باہر نکلے

کیوں نہ مٹ جاؤں میں ایدل کہ وہ فرماتے ہیں
آؤں گھر میں ترے میں غیر جو باہر نکلے

وہ نسیم نفس صبح سے کھلاتے ہیں
کیوں یہ آہ شب غم صورت صرصر نکلے

شکر نخروی آب حیوان لب یار
ہمسے درویش ہی ہم بخت سکندر نکلے

باندھ دوں مژدۂ مرگ شب غم کا نامہ
طائر جان کہیں مانند کبوتر نکلے

دل ہی کہو بیٹھے جو سینے سے لگایا اونکو
دل جنہیں سمجھے ہم افسوس وہ دلبر نکلے

حسرت کوچۂ محبوب میں کی باغ کی سیر
خار و گل دونوں نگاہوں میں برابر نکلے

یوں بتانے کے لئے عرش سے ہی دور بنا
تو سہی یار کہ پہلو میں ترا گھر نکلے

طائر جان و دل آسی شیدا دونوں
بلبل گلشن رخسار پیمبر نکلے

فرد
سب یہ جانیں کہ غزل آسی مینوش کی ہے
شعر جو نکلے وہ دامن کی طرح تر نکلے

فرد
مرکے وعدہ سے ایجان عذر بے دہنی
جو منہ نہیں تو نہیں تمنے منہ سے کیونکر کی

خمسہ

وقت آخر ہیں تیرے مضطر کے
نہ جیا کوئی عاشقی کرکے
اب بھی کہتا ہے آہیں بھر بھر کے
کون جیتا ہے اے صنم مر کے
آ و تو دیکھ لیں نظر بھر کے

جھک کے لیتا وہ ہاے تیرے قدم
ٹھوکریں مارنا ترا پیہم
مرکے بھی اے صنم خدا کی قسم
سر کو ٹکراتے ہیں لحد میں ہم
لطف بھولے نہیں ہیں ٹھوکر کے

ہاے کیا میکشی کو چاہے جی
ابتو خواہش نہیں ہے جینے کی
جام مے نے یہاں جو گردش کی
ساقیا چشم یار یاد آئی
دے مجھے ساغر اجل بھر کے

کوئی ہے عشق باز اس میں گڑا　　اس لحد پر جو کان رکھیئے ذرا
یہی آتی ہے دردناک صدا　　منہ دکھانے کا کس نے وعدہ کیا
منتظر ہیں جو روز محشر کے

سر فدا کرنے کی جو حسرت تھی　　آتش شوق قتل تھی بھڑکی
گردن اوس نے جو اے جنوں کاٹی　　کیا بجھائی ہمارے دلکی لگی
صدقے اوس آبدار خنجر کے

ہجر میں بہر واشد دل زار　　گئے سیر چمن کو آخر کار
اک نیا گل کھلا وہاں سر بار　　یاد آیا چمن میں جب قدیار
صدقے ہوے نہ لگے صنوبر کے

دیکھ تو اے بے نوا کی طرح　　تیرے کوچے میں ہر گدا کی طرح
کہہ رہا ہے کھڑا صدا کی طرح　　خاکساری میں نقش پا کی طرح
رہنما ہیں ہر ایک رہبر کے

ارے سنتا ہے او دل شیدا　　تالیوں کی کچھ آ رہی ہے صدا
ہوش کیوں اوڑ گئے ہیں آنکھ اوٹھا　　نامہ اوس طفل کو مگر پہوچا
جو کبوتر وہاں اوڑے پر کے

ہے لطافت میں جو سے شیر یہ بحر　　ہوئی آسی کو دل پذیر یہ بحر
نہ سمجھنا کہ ہے حقیر یہ بحر　　کرے طوفان بپا وزیر یہ بحر
باندھوں مضموں جو دیدۂ تر کے

ایضاً

سوئے مسجد بری گاہے گہے در دیر برسانی		برنگ خود چہ بسپردی مرا در دست حیرانی

اگر می بیعت در سر ہوائے قرب ربانی | بدہ دست یقیں اے دل بدست شاہ جیلانی

کہ دست او بود اندر حقیقت دست یزدانی

ندانم تا چہ شانے دارد آں سلطان گیلانی | نیفتد مشکلے اے دل کہ نکشاید بآسانی

کہ ترسائے بیک لمحہ ولے سازد بمیدانی | امیر دستگیر غوث اعظم قطب ربانی

حبیب سید عالم زہے محبوب سبحانی

نشد معلوم ما ہرگز شہنشاہا چہ سلطانی | کہ فخر ہر ملک باشد بدرگاہ تو دربانی

یعنی احمد مرسل توئی یا شاہ جیلانی | کہ میگوید ترا در حسن و خوبی یوسف ثانی

کہ او محبوب یعقوب است تو محبوب سبحانی

چو دوناں تا بکے اے دل بہ بند حرص نفسانی | دوی حیراں بہر سوئے مگر تو ننگ نادانی

گہے ظل ہما جوئی گہے تخت سلیمانی | سگ درگاہ جیلاں شو چو خواہی قرب ربانی

کہ بر شیراں شرف دارد سگ درگاہ جیلانی

بنور مقدم او شد فروغ تازہ ایماں را | خم ابروے او محراب طاعت ہر مسلماں را

بجائے مرو ملک شد خاک پایش جن و انساں را | بفیض مقدمش فخر ابد شد پاکبازاں را

حیات تازہ بگرفتہ از و دین مسلمانی

درون سینہ تا دارد غم عشق تو افزونی | بروں کردم ز دل یکسر ہوا و حرص بیرونی

مقام تو چہ داند کس بپرس از من کہ تو چونی | نشان شان بیچونی بیان سر مکنونی

بصورت مثل پیغمبر بسیرت حیدر ثانی

گدائے حضرت جیلاں بگردوں فرق فرساید | سلاطیں گر بدرگاہش جبیں سایند می شاید

درآید از در خدمت ز آسی ایں کجا آید | نیاز اندر جناب پاک او از قدسیان باید

کہ آید جبرئیل از بہر کار و بار دربانی

مثلث بر دوہہ ہندی

جو آنا ہو تو آجاؤ نہیں اب جان جاتی ہے

بھج بہر کت تورے ملن کو سردن سنن کو بین　　　من مالا تو ہر نام کا جپت رہت دن رین

نیر لو آتش شوق آگ اب دل میں لگائی ہے

کر کنہو لکھنی ڈگے انگ تہرائے　　　سدہ آوت جہاں پہٹے پاتی لکھی نہ جائے

مصیبت ہجر کی راتوں کی کب لکھنے میں آتی ہے

من ماں راکھوں من جرے کہوں تو مکہہ جر جائے　　　گونگے کا سپنا ہیو سمجہ سمجہ پچہتائے

مقام گو مگو ہے سوزش غم جی جلاتی ہے

ہم تم سامی ایک ہیں کہن سنن کو دوئے　　　من کو من سے تولئے دو من کبھی نہ ہوئے

ملا حبیب جی سے جی پیارے دوئی پہر کب سماتی ہے

کاجر دوں تو کر کرائے سرما دیا نہ جائے　　　جن نینن میں پیو بسیں دوجا کون سمائے

پری بہی ہو تو نظروں میں ہمارے کب سماتی ہے

نین رکت پاتی لکھوں جو بس ہوئے ہمار　　　اچہہ پنی کا گد جڑ ہوں دیکھوں درس تو یار

عجب خون جگر یہ بے بسی ہمکو کھلاتی ہے

میں چاہوں کہ اوڑ ملوں برہن اوڑا نجائے　　　کاہوں کرتار کو جو پر نا دیا لگائے

کوئی تدبیر ملنے کی نہیں ہم سے بن آتی ہے

آؤ پیا رے درگن میں نین موند تو ہے لوں　　　نا میں دیکھوں اور کو نا تو ہے دیکھنے دوں

یہ حسرت جی کی جی ہی میں ہمیشہ رہتی جاتی ہے

اوس اوس سب کوئی کہے آنسو کہے نہ کوئے　　　مُنہ برہن کی سوگ میں رین رہی ہی رو ئے

میرے روز سیہ پر رات بہی آنسو بہاتی ہے

گھونگھٹ بن ماں دیکھلے کیسی بوجھی بات   برھنی ڈوبی رکت میں سیس جات اوترات
شہادت تیرے کشتوں کی ہی کیا کیا رنگ لاتی ہے

آئے وہ دن کٹ گئے کہ رہت رہے پیو پاس   اب پیو سپنا ہو گئے کہ جیت رہت اوداس
نہ کچھ پوچھو جدائی اوسکی کیا کیا اب ستاتی ہے

داگ کٹھن سب داگ ہیں برہ داگ بیراگ   تل دھرنے کی ٹھور نہیں اور دیت داگ پر داگ
بتاؤں لالہ زار اپنا جگر میری ہی چھاتی ہے

اوٹھا بگولا پریم کا اور تنکا چڑھا اکاس   تنکا تہا سو تن میں ملا اور تنکا تن کے پاس
نسیم کوئے جاناں اب میری ہی خاک اوڑاتی ہے

سائیں بھروسا جان کے باپ کیا بھر پوٹ   جیسے نار کو کرم کرے اور چھپے پیا کے اوٹ
امید مغفرت آسی نجنہ عاصی بناتی ہے

ایضاً

شہید ہوں چشم نرگسیں کا بنا زمستد اپنے نازنیں کا
مزا ہے لبہائے شکریں کا ہے نام بس قند و انگبیں کا

نہ وصف پوچھو رخ حسیں کا نہ زلف پر پیچ تا بہ جبیں کا
یہ نور ہے روئے مہ جبیں کا کہ ہو خجل حیا نہ چودھویں کا
جو حلقہ ہے زلف عنبریں کا وہ ایک نافہ ہے مشک چیں کا

نہ بات میں کیوں ہو شان شیریں نبی ہے مصری لسان شیریں
لکھوں جو وصف لبان شیریں قلم کے صدقے ہو جان شیریں

نہ کیسے میرا بیان شیریں ہو جو ہے شہد روان شیریں
زبسکہ وصف دہان شیریں رہا ہے ورد زبان شیریں

بدن میں جب تک ہے جان شیریں فراد من میں ہے انگبیں کا

چراغ حوزا وسکے چہرہ سے گل کر رنگ گل ہے بے تامل
زمین کو چال سے تزلزل گیا فلک تک ہے گھنگرو کا غل
وہ روے خنداں سے ہے جان بلبل قد خراماں سے سرو صُلصل
وہ چشم فتاں سے ہے غیرت مل وہ زلف پیچاں ہے رشک سنبل
عذار میں ہے صباحت گل بدن میں عالم ہے یاسمیں کا

فراق نے شمع مجلس غم جلا رولا کر کیا ہے ہر دم
ہو خاک جلکر تمام عالم جو سوز دل سے بھریں کوئی دم
اوٹھائیں دامن جو آنکھ سے ہم حباب کا ہو فلک میں عالم
یہ جوش پریاں ہے اشک کا یم کہ ساتوں دریا ہیں قطرے سے کم
جسے کہ کہتے ہیں سب جہنم شرر ہے اک آہ آتشیں کا

ہے سنبل موی زلف پیچاں جگہ میں جو جو ہے دود پیچاں
ہے نہر تسنیم چشم گریاں تو رشک طوبی ہے نخل حرماں
حسد[۵] کے گلہائے زخم خنداں نہ کس طرح ہوں حریف لبتاں
زبسکہ ہے جوش داغ ہجراں ہوا مرا سینہ باغ رضواں
برائے گلگشت جائے غلماں خیال پھرتا ہے اک حسیں کا

شیوائے پر قصد ہے ڈھئی کا بتوں سے اب دم ہے بندگی کا
ہوا ہے اسلام جی سے پھیکا مزا پڑا دل کو کافری کا
ہے تار سبحہ وبال جی کا جنیو رشتہ ہے زندگی کا
برا ہو بدبخت عاشقی کا نہ دین ہو برباد یوں کسیکا
بنا ہے عشق بتاں میں ٹیکا نشان سجدہ مری جبیں کا

۵ یہ مصرع صاف نہیں پڑھا گیا

نہیں ہے زخم سنان و خنجر کرتے ہیں یہ آگ کے مقرر
بھرے ہیں کیا کیا شرار و اخگر بجلے او ساخ اسکے اندر
ہو تو شرمندہ بہا ہے رکھکر مجھے تو جراح ہے یہی ڈر
اگر ہو پھا بر سمندر یقین ہے ہو خاک دم میں ملکر
سنا جو ہو آفتاب محشر کہ ٹھنڈے ہے داغ آتشیں کا
ہے فوق مصرع کو کہکشاں سے تو حرف ہیں سنبل جناں سے
نہ کیوں لڑے بیت لامکاں سے عیاں ہے شان خدا یہاں سے
نہ پوچھو آسی بے نشاں سے کہاں کو پہونچی غزل کہاں سے
طمع ہے انصاف دوستاں سے کہ آتنا فرمائیں سب زباں سے
کیا ہے ناسخ نے آسماں سے بلند تر رتبہ اس زمین کا

ایضاً

گئی جوانی اب آئی پیری نہ خشت زر سے دل آشنا کر
عوض میں نشہ کے تل رہا ہے خمار آنکھوں میں تیری آکر
نہ جا کے بتخانے میں ڈہئی دے نہ جم کے میخانے میں نہ اکر
نہیں ہوس وقت جوش مستی قد خمیدہ سے کچھ حیا کر
بتوں کا بندہ رہیگا کب تک خدا خدا کر خدا خدا کر
نہیں اب ایام خواب غفلت خیال اپنے مآل کا کر
اوتر گیا نشۂ جوانی تو لطف کیا جام مے چڑھا کر
بڑھاپے نے گو ستے لگایا لبوں پر اٹکی ہے جاں آکر
نہیں ہوس وقت جوش مستی قد خمیدہ سے کچھ حیا کر

بتوں کا بندہ رہیگا کب تک خدا خدا کر خدا خدا کر

مزا ہے الفت پرستیوں کا خدا پرستی یہاں کہاں ہے
تیری نماز و عبادت اے دل حرم کے طاقتوں میں رائگاں ہے
جھکی ہیں نیچے وہ مست آنکھیں جو زیر ابرو تو یہہ عیاں ہے
سجود محراب تیغ قاتل عبادت رند مشرباں ہے
جو ہو سکے تو قضائے عمری اس ایک سجدے میں سب ادا کر

نہ یہ ہے منت کش اقامت نہ اسکو کچھ حاجت اذاں ہے
حضور دل سے جو ہو ادا تو نماز اس ڈھب کی پھر کہاں ہے
سنو اگر دھیان سے تو بسمل کی ہچکیوں میں یہ فغاں ہے
سجود محراب تیغ قاتل عبادت رند مشرباں ہے
جو ہو سکے تو قضائے عمری اس ایک سجدے میں سب ادا کر

فنا ہے سبکا نشان اک دن مٹیگا نام باقی بس اک خدا کا
غبار بر باد سب کے سب ہیں چلا قضا کا جو کوئی جھونکا
اگر ہو شبہہ کسیکو اس میں تو ہاں مجھکو بتا دو اتنا
کہاں ہے جم اور کہاں سکندر کہاں سلیماں کہاں ہے دارا
یہ سب کے سب خاک کے تھے پتلے بگاڑ ڈالے بنا بنا کر

کہاں ہے نل اب کہاں دمن ہے کہاں ہے یوسف کہاں زلیخا
کہاں ہے شیریں کہاں ہے خسرو کہاں ہے فرہاد بے ستوں کا
کہاں ہے مجنوں کہاں ہے لیلے کہاں ہے وامق کہاں ہے عذرا
کہاں ہے جم اور کہاں سکندر کہاں سلیماں کہاں ہے دارا
یہ سب کے سب خاک کے تھے پتلے بگاڑ ڈالے بنا بنا کر

جماہی لے لے کہ رہے ہو تو بہکی بہکی سی بات بہی ہے
جہکی ہیں پلکیں خمار کی کیفیت ہویدا کہلی کہلی ہے
جو مانو آسی کہ سرخیوں سے لہو کی بوند آنکہہ ہو رہی ہے
ہے منہ پہ بیداریوں سے زردی ہوس اگر نیند اوچٹ گئی ہے
قصور او سکے میں سو رہو تم بغل کا تکیہ لگا لگا کر

ایضاً

ہے اسی میں دل بر ہم زن تقدیر نہ کہینچ (۱) معنت کرتا ہے غضب لانے کی تدبیر نہ کہینچ
اب بہی کہتا ہوں نہ کہینچ او بت بے پیر نہ کہینچ پنجۂ شانہ سے تو زلف گرہ گیر نہ کہینچ
دل سے دیوانہ کو مت چہیڑ یہ زنجیر نہ کہینچ

نالۂ کوہ شگاف اپنے ہیں اک قہر خدا (۲) ناوک آہ جگر دوز سے تو امر ہے قضا
ہیں معلوم کہ تو دل میں ہمیں کیا سمجہا ہم جوان مرد محبت ہی سمجہ لیتے ہیں بہلا
اپنی ایذا سے تو ہاتہ اے فلک پیر نہ کہینچ

سیب جاں بخش ذقن جو نہیں ممکن کہ ملے (۵) گو علاج تپ دل ہو نہیں ممکن کہ ملے
مدعا اس سے یہ ہے گو نہیں ممکن کہ ملے ہے دوا میری وہی سو نہیں ممکن کہ ملے
چارہ گر رنج و مصیبت بے تدبیر نہ کہینچ

حال میں کون پریشاں کے ہوتا ہے شریک (۷) اہل غم کو کوئی بہی آن کے ہوتا ہے شریک
کوئی ہو وجہ طرب جان کے ہوتا ہے شریک روز بد کون بہلا آن کے ہوتا ہے شریک
انتظار اثر نالۂ شبگیر نہ کہینچ

زہد و تقوی کے خیالات ہیں سب لاف و گزاف ۸ غم دل کی نہ دوا کوئی کرے ہے انصاف
ہو مکدر کوئی آسی کہے دیتا ہوں میں صاف موہن آ کشش محبت میں کہ سب کچہ ہو معاف

حسرت حرمت صہبا و مزامیر نہ کھینچ

جز لحد اب نہیں آرام وہ آئے بھی تو کیا ۲ آچکا اور ہی پیغام وہ آئے بھی تو کیا
جا چکا ہاتھ سے اب کام وہ آئے بھی تو کیا ہم تو پہنچے نہیں تا شام وہ آئے بھی تو کیا

اے دعائے سحری منت تاثیر نہ کھینچ

میں تو وہ ہوں کہ ہے ہر جزو بیاں نشہ عشق ۳ عفو کا لبد و مایۂ جاں نشہ عشق
پر سب سر ہیں عدو اور گراں نشہ عشق اے ستم پیشہ مرے بعد کہاں نشہ عشق

دیکھ خمیازۂ حسرت ہے یہ شمشیر نہ کھینچ

وہ مرض ہے تپ دل ہے کہ خدا خیر کرے ۴ کوئی دم جان حزیں دیکھئے دم لے کہ نہ لے
شیرۂ جاں سے بنے ہیں دہن و لب جیسکے ہر دوا میری وہی سو نہیں ممکن کہ ملے

چارہ گر رنج و مصیبت پہ تدبیر نہ کھینچ

تو نے بیدرد کبھی آکے نہ کی گرم بغل ۵ کیا گوارا نہیں اس سے بھی جو دل جائے بہل
جیتے جی اسکو جدا کرکے نہ کر تو بیکل اتنی فرصت دے ستمگر کہ پہونچ جائے اجل

دم کے دم اور بھی سینے سے مرے تیر نہ کھینچ

ایضاً

محال خرد ہے مثال محمدؐ سر عرش تک با کمال محمدؐ
یہہ پھیلا ہے نور کمال محمدؐ جہاں روشن است از جمال محمدؐ

دلم تازہ گشت از وصال محمدؐ

متاع نظر ہے وہ روئے دل آرا وہی ہیں کہ دل ناتواں کو سہارا
میری آنکھیں ہوں اور انکا نظارا خوشا چشم کو بنگر و مصطفےٰ را

خوشا دل کہ دارد خیال محمدؐ

محبت در دُکھیاں سے تو کیوں کراہے شفا اس مرض سے اگر ابھی چاہے
تو لازم ہے ذکر نبی میں بتا ہے خوشا منزل و مسجد و خانقاہے

کہ در وے بود قیل و قالِ محمدؐ

محمد حسن کلام خدا گشت نازل باخبار قریش دنے گشت نازل
جو طٰہٰ و یٰسیں لبا گشت نازل بوصف رخش والضحیٰ گشت نازل

جو واللیل شد زلف و خالِ محمدؐ

وہ روی صفا خیز وہ زلف وہ تل ثنا سنج جنکا ہو ارب عادل
یہ ممکن نہیں وصف اُنکے ہوں ایدل بوصف رخش والضحیٰ گشت نازل

بو واللیل شد زلف و خالِ محمدؐ

وہی نور ہے اصل ارکان عالم او نہیں نے بڑہائی ہے شان عالم
وہی جسم اطہر ہوا جان عالم بروی زمیں گشت سلطان عالم

کسے کو بود بامثالِ محمدؐ

کوئی عیش دنیا کی حسرت نکالے کسیکو پڑیں باغ جنت کے لالے
کوئی شمع رویوں ہی سے لو لگالے بود در جہاں ہر کسے را خیالے

مرا از ہمہ خوش خیالِ محمدؐ

خدا ہی مری حسرت دل نکالے کہیں محو روے محمدؐ اوٹھالے
دل زار کو وقت آخر سنبھالے بود در جہاں ہر کسے را خیالے

مرا از ہمہ خوش خیالِ محمدؐ

ہے فخر جہان آسی اُنکی غلامی اسی میں کمالات کی ہے تمامی
نہیں رہتی ہے پختہ کاروں میں خامی بصدق و صفائی جناں گشت جامی

غلام غلامان آلِ محمدؐ

چار غزل او چند شعر بعد کو دستیاب ہوئے

دل شیدا ہے بیمار محمدؐ
اسیر زلف خمدار محمدؐ

جو داغ دل ہے چشم آرزو ہی
غضب ہے شوق دیدار محمدؐ

عزیز مصر دل کہتے ہیں اسکو
ہے یوسف بھی خریدار محمدؐ

اگر مردہ سنے زندہ ہو دم میں
دم عیسےٰ ہے گفتار محمدؐ

بچھا جاتا ہے دل قدمونکے نیچے
یہ ہے انداز رفتار محمدؐ

سدا جسکو بہار بےخزاں ہے
وہ ہیں گلہائے رخسار محمدؐ

دم نزع آئے جان آنکھوں میں جبدم
خدا دکھلائے دیدار محمدؐ

گھلے کبتک تپ فرقت سے یارب
علیل چشم بیمار محمدؐ

مدینہ ہو مرا مدفن الٰہی
لیبوں میں زیر دیوار محمدؐ

خریداران یوسف کا ہی دل سرد
یہ ہے گرمی بازار محمدؐ

محمدؐ ہیں خدا کے عاشق زار
خدا ہے عاشق زار محمدؐ

پھر آئے دم میں عرش کبریا سے
یہ ہے اعجاز رفتار محمدؐ

نہیں اپنی گناہوں کا مجھے غم
میں آسی ہوں گنہگار محمد

ترے کوچے کا رہنما چاہتا ہوں
مگر غیر کا نقش پا چاہتا ہوں

جہاں تک ہو تجھسے جفا چاہتا ہوں
کہ میں امتحان وفا چاہتا ہوں

نظارا ترا برملا چاہتا ہوں
کہ پردے کی صورت اٹھا چاہتا ہوں

خدا سے ترا چاہنا چاہتا ہوں
میرا چاہنا دیکھ کیا چاہتا ہوں

کہاں رنگ وحدت کہاں ذوق وصلت
میں اپنے کو تجھسے جدا چاہتا ہوں

برابر رہی حد یار و محبت
کسیکو میں بے انتہا چاہتا ہوں

کہاں ہے تری برق جوش تجلی
کہ میں ساز و برگ فنا چاہتا ہوں

وہ جب کہو چکے اپنی ہستی سے مجھکو
تو کہتے ہیں اب میں ملا چاہتا ہوں

تمہاری سوا کچھ جواب سو جھتا ہو
پر اس سے بھی میں کچھ سوا چاہتا ہوں

طبیعت کی مشکل پسندی تو دیکھو
شب وصل و دہر سے حیا چاہتا ہوں

جو دل میں نے چاہا تو کیا خاک چاہا
کہ دل ہی تو بے مدعا چاہتا ہوں

یہ حسرت کی لذت یہ ذوق تمنا
حسینوں سے ترک وفا چاہتا ہوں

سوا اسکے میں کیا کہوں تم سے آسی
کہ درویش ہو تم دعا چاہتا ہوں

کلیجہ منہ کو آتا ہے شب فرقت جب آتی ہے
اکیلے منہ لپیٹے روتے روتے جان جاتی ہے

لب نازک کے بوسے لوں تو مسی منہ بناتی ہے
کف پا کو اگر چوموں تو مہندی رنگ لاتی ہے

دکھاتی ہے کبھی بھالا کبھی برچھی لگاتی ہے
نگاہ ناز جاناں ہم کو کیا کیا آزماتی ہے

وہ بکھرانے لگے زلفوں کو چہرے پر تو میں سمجھا
گھٹا میں چاند یا محمل میں لیلےٰ منہ چھپاتی ہے

بلائے جاں ہوئیں میرے لئے آرائشیں اونکی
نہ مہندی پاؤں چھونے دے نہ مسی منہ لگاتی ہے

کریگی اپنے ہاتھوں آج اپنا خون مشاطہ

بہت رنج رنج کے تلووں میں ترے مہندی لگائی ہے

نہ کوئی جوڑا اوس عیار پر اپنا چلا اپنا

یہاں دم ٹوٹتا ہے اور دم میں جان جاتی ہے

تڑپنا تلملانا لوٹنا سر پیٹنا رونا

شب فرقت اکیلی جان پر سو آفت آتی ہے

بچھاڑیں کھا رہا ہوں لوٹتا ہوں درد فرقت سے

اجل کے پاؤں ٹوٹیں کیوں نہیں اسوقت آتی ہے

نہ مہر باغ پرسے بندا سے آتی نہ شبنم پر

خدائی میری حالت دیکھکر آنسو بہاتی ہے

اوڑا کر کھدے پرزے جگر کے
یہ حالت ہوگئی زلفوں میں پھنسکر
خدا حافظ اب اُس گل کی کمر کے
نہ تم نے قدر کچھ عاشق کی جانی
اجی دل میں اوترآ ؤ کسی دن
دم آخر تو سینے سے لپٹ جا
لحد میں اب نہ چھیڑو اے فرشتو
نہ جبتک اوسکو چھاتی سے لگایا
بنے آنسو پھپھولے صورت شمع
برنگ شمع ٹھنڈا ہی کراے صبح
غم دنداں میں یہ لاغر ہوے ہم
خدا حافظ ترے بیمار غم کا

اجی بل جائے تیغ نظر سے
کہ اب مہمان ہیں ہم رات بھر کے
غضب جھونکے چلے بادِ سحر کے
بہت روؤگے اک دن یاد کر کے
مری آنکھوں پر اپنے پاؤں دہر کے
کوئی جیتا نہیں اے جان مر کے
ستائے ہیں کسیکے عمر بھر کے
غضب صدمے رہے دردِ جگر کے
جلائے ہیں ہم اپنی چشم تر کے
جلائے ہیں کسی کے رات بھر کے
کہ ہیں تار نظر چشم گہر کے
کہ اب غش آتے ہیں دو دو پہر کے

کہیں دل یا جگر جلنے لگے گا
نہ سنیئے میری آہیں کان دہر کے

کہیں پہر چوٹ کہائی تم نے آسیؔ
بہت روئے ہو دلپر ہاتھ دہر کے

اشعار متفرق

آمادہ ہوں جدہر سے وہ جانیکے واسطے
آنکھیں ہم اپنی بھیجیں بچھانے کے واسطے

نیستم فارغ از سفر بوطن
آسیا شکل آسیا شدہ ام

یہ کہہ کہکے اُس نے مٹایا مجھے
کہ جو کھو گیا اوس نے پایا مجھے

کہیں ظاہر یہ راز عشق نہاں تہا کہ نہ تہا
جو جہپا سب سے تہا تجہیر وہ عیاں تہا کہ نہ تہا

خدا کب رسول خدا سے جدا ہے
خدا سے ملے ہم مدینے میں جاکر

اُنکو لیکے ساتھ رہ گئے زمیں پہ بیٹھے بیٹھے
دو دو جگر کے ساتھ گئے آسمان پر

قطعہ تاریخ ولادت مولود اعنی پسر مجتبی سید اکبر حسین الہ آبادی وکیل ہائی کورٹ جج

جناب سید اکبر حسین پاک نہاد
کہ حسن خلقت و خلقش بحسن قدرت دال

طلسم دانش و لوح طلسم حکمت و رای
جہان فضل و سپہر جہان عز و کمال

زخاکدان زمیں نیز سرزند آرے
سپہر قدر و قمر منزل و ملک تمثال

ثبات پائے تعلق بگلشن بزمش
برائے نخل غم و درد رنگ استیصال

مداد خامۂ فکرش زطرہ شب قدر
صفائے لوز بیاضش زغرۂ شوال

وکالتش چہ گرانمایہ بذل تمکین کرد
نوان کوہ حدید ہست بائے استدلال

نرگس مرالبستائیش گری عدیل آمد	نرگس ورالعلوئے مناقبت ہمال
خداش پورنکواخترے چومہ بخشید	بآن نیک وزمان سعید و فرخ سال

ہلال مصرع تاریخ نوز افشانش
طلوع مہر دل افروز حکمت و اقبال ۱۲۹۶ھ

تاریخ تولد فرزند ارجمند شاہ وحید عالم صاحب مدعمرہما

باد فرزند جگرسبند وحید	شاد باعزت وحشمت دایم
گفت تاریخ تولد آسی	باد باعزت وحشمت دایم ۱۲۹۶ھ

تاریخ وفات فرزند اکبر میاں محمد عبدالحکیم اعطاہ اللہ صبرا جمیلا

سن کے خبر اے حکیم مرگ پسر کی ترے	نالۂ بیہم یہ ہے لخت جگر ہائے ہائے
غم نے کیا ہے نڈھال کیا کہیں تاریخ سال	روتے ہیں کہہ کہکے ای لخت جگر ہائے ہائے ۱۲۹۶ھ

قطعہ تاریخ وفات شاہ فرید عالم صاحب

مرگ شاہ فرید عالم حیف	بہر جان حزیں قیامت ہے
کیوں نہو صبر کاہ و تاب گداز	کہ بڑا غم بڑی مصیبت ہے
وادی وحشت اور آسی زار	اونکو گلگشت باغ جنت ہے
لکھئے سنگ مزار پر تاریخ	قبر پر سایہ بان رحمت ہے

۱۲۹۶ھ

قطعہ تاریخ وفات جناب شاہ فرید عالم صاحب و اہل خانہ جناب موصوف غفراللہ لہما

تھی مہ شوال کی پچیسویں
وہ فرید عالم عز و وقار
کہتے ہیں قبل از غروب آفتاب
شام سے کچھ پہلے آئی شام غم
چھا گئی نظروں میں کیسی تیرگی
ہو گیا بے باپ کا ہے ہے وحید
اور امیر سنئے اک تازہ ستم
خاک بھی سر سے نہ جھاڑی تھی ابھی
آٹھ دن کے بعد ناگہ اے غضب
دھیان کرتا ہوں جو اسکی بیکسی
کیا کیا افسوس تو نے ای فلک
ہے مجھے آسی جو کوئی تاریخ سال

اور وہ ن شاید رہا ہو بیر کا
جن سے غازی پور کو عز و علا
آفتاب عمر اونکا ڈھل گیا
ظلمتوں نے کیا ہجوم اوسدن کیا
کچھ جو آنکھوں کو رہا ہو سوجھتا
ہائے اوسکا خاک غم پر لوٹنا
کیا قیامت پر قیامت ہے بپا
آسمان غم جو ٹوٹا دوسرا
سایۂ مادر بھی سر سے اوٹھ گیا
دل نہیں رہتا ہے قابو میں مرا
کچھ بھی ہے تیرے ستم کی انتہا
کہئے ہیہم حادثے پر حادثا ۱۳۰۲ھ

مصرع سال مسیحی ہائے ہائے
کرب و غم درد و الم جوش بکا
۱۸۸۵ء

قطعہ تاریخ وفات محمد ہادی پسر شیخ عبد العلی مرحوم متوطن محلہ سید واڑہ شہر غازی پور

ہائے رے ہائے محمد ہادی
تھا اجالا وہ اندھیرے گھر کا
کوئی گھر میں نہیں باقی افسوس

غم ترا ہے نمک زخم جگر
سبزہ آغاز جواں رشک قمر
اٹھ گئے پہلے ہی سب غم دیدہ

مصرع سال سینہ آسی سے
موت نے حیف مٹایا یہ گھر
سنہ ۱۲۹۶ھ

قطعہ تاریخ

شادی ہوئی میر مرتضیٰ کی — اللہ نے وہ دکھائی تاریخ
ساقط جو ہوئے حروف علت — تاریخ نکاح پائی تاریخ
سنہ ۱۲۷۸ھ

دیگر

موئے دوست میرے محمد سعید — نہ پھر ہوسکی پائی ملاقات ہائے
سو اسکے کیا سب لکھئے تاریخ سال — کہ ہیہات ہیہات ہیہات ہائے
سنہ ۱۲۷۹ھ

رباعی

ذرے سے جو دیکھنے میں کمتر ہونگے — تیرے لئے وہ بھی [illegible] ہونگے
اے دل نہ برابری کسی کی کرنا — ہاں خاک کے اک روز برابر ہونگے

ایضاً

اک روز کہا میں نے کہ تو دلبر ہے — جان عاشق لب شکر پرور ہے
کس ناز سے ہونٹ منھ کو منھ پر رکھکر — اب یہ کہئے کہ جان ہونٹھوں پر ہے

ایضاً

ہاں نقش مراد بے بیٹھائے نہ رہوں — ہاں لذت وصل بے اٹھائے نہ رہوں
راتوں کو جو نیند نکلے آؤں تو سہی — در بند ہوں پر بغیر آئے نہ رہوں

ایضاً

روٹھے ہو تو میں بھی بے منائے نہ رہوں — بس میں اپنے بغیر لائے نہ رہوں

شب ۱۳ ذیقعدہ شب شنبہ وقت دو از صبح ساعت دوم

اپنا کینا عدو کی الفت نبکر — دل میں ترے یار بے سمائے نہ رہوں

ایضاً

فرقت میں بغیر زہر کہائے نہ رہوں — جس طرح ہو جان بے کہپائے نہ رہوں
قدموں سے چھڑاؤ تم تو مہندی کی طرح — بے کوئی نہ کوئی رنگ لائے نہ رہوں

ایضاً

کرتا ہوں میں تو یوں فغان و زاری — اُس بت کے نہ دل میں رحم ہو یا باری
پتھر سہی دل مگر پسیجے نہیں کیوں — پتھر سے تو ہو جاتے ہیں دریا جاری

ایضاً

دل سرد ہے خاک گرمجوشی ہوگی — میخوار رہے نہ میفروشی ہوگی
امید شراب ناب کیسی آسی — دور آخر ہے درد نوشی ہوگی

ایضاً

غنچے تجھے میری دلفگاری کی قسم — شبنم تجھے میری اشکباری کی قسم
کس گل کی نسیم صبح خوشبو لائی — بیتاب ہے دل جناب باری کی قسم

ایضاً

باد آؤ دم عشق کے اب بھرنے سے — آسی ڈرتے نہیں ہو تم مرنے سے
مجنوں کے لب گور سے آتی ہے صدا — مرنا بہتر ہے عاشقی کرنے سے

ایضاً

پروانہ کھلا قبائے گل کا کچھ بھی — کیا غنچے کے دل میں ہے نہ سمجھا کچھ بھی
گلشن میں یہ کیسے رنگ ہیں اے نرگس — کس کام کی آنکھ جب نہ سوجھا کچھ بھی

ایضاً

پیری میں غم شباب کیا کھاتا ہے — ناداں وہ لطف اب کہاں آتا ہے

کیوں کر نہ بڑھاپے میں ہو چہرہ بے نور
جب صبح ہوئی چراغ بجھ جاتا ہے

ایضاً

توقیر بغیر جستجو ملتی ہے
ذلت گردش میں چار سو ملتی ہے
موتی سی یہ بات ہے کہ موتی کیطرح
کنج عزلت میں آبرو ملتی ہے

ایضاً

اے راہ رو و بتا دو کیا ہو کے رہوں
گرد سر راہ و نقش پا ہو کے رہوں
بچھڑوں کے ملانے سے سروکار رہے
اس قافلہ میں بانگ درا ہو کے رہوں

ایضاً

میل رہ منزل فنا ہو کے رہوں
ہم نغمہ نالہ درا ہو کے رہوں
پامال اگر ہوں صورت نقش قدم
اس راہ میں تب بھی رہنما ہو کے رہوں

ایضاً

ہر طرح سراغ مدعا ہو کے رہوں
نقش قدم و بانگ درا ہو کے رہوں
گڑ جاؤں زمیں میں اگر اے آسی
میل رہ منزل فنا ہو کے رہوں

ایضاً

کب تک کوئی اپنے دل کے غم کو روئے
کب تک کوئی یار کے ستم کو روئے
ہر دم یہ رلا رہی ہے الفت جسکی
اللہ کرے کہ اب وہ ہمکو روئے

ایضاً

اے جوش جنوں کہیں نہ دم بھر ٹھہرے
صحرا میں کبھی نہ اوسکے در پر ٹھہرے
پارے کی طرح ہے بیقراری اپنی
ٹھہرے بھی اگر کہیں تو مر کر ٹھہرے

ایضاً

صورت تری بھا گئی کہ سیرت دل کو
بے وجہ نہیں تیری محبت دل کو

نسبت ترے ساتھ کچھ نہ اسکو ہے	چھاتی سے لگائی ہے جو خلعت دلکو

ایضاً

زلف و قد یار کا مرض پھیلا ہے	سودا سنبل کو سرو کو سکتا ہے
رشک گل رخسار ہی ہے استسقا	یہ وجہ ہے گلشن میں جو گل پھولا ہے

ایضاً

آمد ہے خزاں کی دھیان ہے گلشن میں	جو پھول ہے مہمان ہے گلشن میں
مردہ سی نہ کیوں پڑی رہے اے صیاد	بلبل ہے قفس میں جان ہے گلشن میں

ایضاً

رحمت تری باغبان ہے گلشن میں	نکہت تری گل کی جان ہے گلشن میں
ہر نخل سراپا ہے ترا شکر گذار	پتّا پتّا زبان ہے گلشن میں

ایضاً

اک عمر رہ طلب میں چکر کھایا	آخر دل میں سراغ اوسکا پایا
دل میں دیکھا تو آئینے کی صورت	جز اپنے کوئی نظر نہ مجھکو آیا

ایضاً

معنی سے یہ کیسی متصل کی صورت	اللہ اللہ آب و گل کی صورت
بے شبہ سُنا دلوں میں رہتا ہو وہ گل	غنچے نے بنائی ہے جو دل کی صورت

ایضاً

عاشق سے خلاف وہ سدا رہتے ہیں	روٹھے روٹھے خفا خفا رہتے ہیں
اک روز کہا میں نے مرا دل تو ہے	اوس روز سے پہلو سے جدا رہتے ہیں

ایضاً

شبنم نہ ہو کیوں نظر میں پانی پانی	دانے کے لئے کرتی ہے اشک افشانی

جو پاک گہر ہوتے ہیں سوتی کی طرح — رکہتے ہیں گرہ میں اپنی دانا پانی

ایضاً

جہک کر چلنے کی وضع کیا بہاتی ہے — وجہ اسکی یہ میرے ذہن میں آتی ہے
بادام آنکہیں ہیں پستہ منہ ٹہڈی سیب — جو شاخ بہت پہلتی ہے جہک جاتی ہے

ایضاً

پیری میں نہ دانتوں کے لئے ہو مغموم — ہو جائیں گے اب سمع و بصر سب معدوم
بالوں میں سپیدی آئی اب دانت کہاں — جب صبح ہوئی تو پہر ستارے معلوم

ایضاً

ہستی میں عدم سے کیا وہ لایا ہمکو — آرام سے سوتے تہے جگایا ہمکو
پہونکی نہیں روح قالب خاکی میں — در پردہ یہ خاک میں ملایا ہمکو

ایضاً

کیا عسرت دیدہ ہے خدایا ہم کو — مانند نظر جس نے پہرایا ہمکو
کہتا ہے کہ میں نور نظر تیرا ہوں — یوں بہی سہی پر نظر نہ آیا ہمکو

ایضاً

کیوں نقطۂ موہوم بنایا ہمکو — کیوں دائرۂ فنا میں لایا ہمکو
وہ سہو نویس تہا نہ ہم حرف غلط — کیوں صفحۂ ہستی سے اوٹہایا ہمکو

ایضاً

آنکہیں کہولیں نہ کچہہ دکہایا ہمکو — دم بہر کے لئے یہاں وہ لایا ہمکو
ہر چند کہ سینے میں ہے دریا موّاج — پر مثل حباب سے ہے بنایا ہمکو

ایضاً

ہم رنگ سراب سے ہے بنایا ہم کو — مانند حباب سے ہے بنایا ہمکو

ہرچند کہ مثل موج دریا دل ہیں — ہر نقش برآب ہے بنایا ہمکو

ایضاً

اشکوں کی طرح جو ہے روانی ہمکو — بیجا ہے کسی کی میہمانی ہمکو
سب کچھ ہے نہاں گرہ میں اپنی آسی — دانا درکار ہے نہ بانی ہمکو

ایضاً

تیرا ذکر جمال ہے گلشن میں — ہر غنچہ و گل نہال ہے گلشن میں
چلنے لگے تیری چال طاؤس چمن — عاشق اب پائمال ہے گلشن میں

ایضاً

کیا چیز برائی سے الگ ہوتی ہے — درمانده یہ عقل وقت تگ ہوتی ہے
نازک بدنی بھی بے سے خالی نہوی — پھولونکی بھی پنکھڑی میں رگ ہوتی ہے

ایضاً

جو چاہے کہ منصب ہدایت ہاتھ آئے — فرش رہ رہروان عالم ہوجائے
جب تک نہو مثل جادہ سینہ پامال — کس طرح کسیکو تا بمنزل پہونچائے

ایضاً

عادت رکھنا فروتنی کی اے دل — نخوت نہیں بھاتی ہے کسیکی اے دل
کھول آنکھ حباب بحر سے عبرت لے — بیمغز ہے جس نے سرکشی کی اے دل

ایضاً

جن سے رہ و رسم کی وہ رہزن نکلے — بھولا جنھیں سمجھے تھے وہ پرفن نکلے
جان اپنی جن احباب کو ہم سمجھے آہ — وہ دل کی طرح ہمارے دشمن نکلے

ایضاً

وہ ذکر کروں کہ خود فراموش ہوں میں — کوئی نہ سنے بر ہمہ تن گوش ہوں میں

پانی ہے زبان سوز کی شمع صفت
محفل میں اندھیرا ہو جو خاموش ہوں میں

ایضاً

جب تک کہ نہ دل ہو مدعا سے خالی
ہرگز نہ ریاضت ہو ریا سے خالی

پانی پر ابھی رواں ہو تو مثل حباب
سینا جو تیرا ہو ما سوا سے خالی

ایضاً

ہے یہ دل صاف ماسوا سے خالی
کیوں ہو کوئی دید دلربا سے خالی

کعبے کی طرح طواف بتخانہ کیا
بت بھی نہ نظر پڑے خدا سے خالی

ایضاً

کیا فائدہ بار سرکشی ڈھونے سے
کیا مثل حباب آبرو کھونے سے

آسی یہ فروتنی وہ شے ہے کہ ہلال
بالائے فلک ہے سرنگوں ہونے سے

ایضاً

ہم بھی پہنچینگے اڑ کے جان شیدا کی طرح
رکنے کے نہیں جوش تمنا کی طرح

رہ جائیں رہ طلب میں چلنے سے جو پاؤں
ہم سر سے چلیں آبلہ پا کی طرح

ایضاً

آوارہ نہ ہو غبار صحرا کی طرح
بیٹھ ایک جگہ نقش کف پا کی طرح

سرگرداں ہو کے دیکھ برباد نہ ہو
اندھا نہیں تو حباب دریا کی طرح

ایضاً

صحرا کی خبر لیں مست سودا کی طرح
کیوں گوشہ نشیں ہوں مے مینا کی طرح

کیوں صورت خم گاڑ کے رہجائے پاؤں
گردش میں مزا ہے جام صہبا کی طرح

ایضاً

سرا ونکے چڑھینگے گل رعنا کی طرح
چومیں گے قدم نقش کف پا کی طرح

ٹکرائیں گے سر ساحل مقصود سے ہم ۔ گو بے سروپا ہیں موج دریا کی طرح

ایضاً

پستی ہی سے ہے بلند بینی میری ۔ ہے سیر ارم گوشہ نشینی میری
اٹھا کہ فنا ہوں نقش پا کی مانند ۔ ہستی ہے مری خاک نشینی میری

ایضاً

کیا جانے کوئی کیا ہے دل قاتل میں ۔ بہتر ہے کہ دل کی بات رکھئے دل میں
سر صورت شمع بار گردن کیوں ہے ۔ آتی نہ زباں کہوں اس محفل میں

ایضاً

یا مجھکو ترا حسن نہ بھایا ہوتا ۔ یا ہر رگ و پے میں تو سمایا ہوتا
یا دل ہی میں جلوہ گر اگر ہونا تھا ۔ ہر جزو بدن کو دل بنایا ہوتا

ایضاً

عاشق کی قدر کچھ نہ جانی افسوس ۔ افسوس افسوس ہائے جانی افسوس
اب آنکھوں میں جان آکے اٹکی ہے یہاں ۔ پر تیری وہی ہے لن ترانی افسوس

ایضاً

کیوں ہمسے جلا نالہ جانکاہ ہیں ہم ۔ یا تیرے کسی رقیب کی آہ ہیں ہم
کہتا تو ہے تو ہی جان اپنی اُن کو ۔ دشمن تری جان کے ہواخواہ ہیں ہم

ایضاً

ہر چند کہ موت کا طلبگار ہوں میں ۔ رنج و الم و غم سے گرانبار ہوں میں
پر زندگی اپنی کہہ چکا ہوں تجھکو ۔ کس منہ سے کہوں زیست سے بیزار ہوں میں

ایضاً

ہے اہل جہاں سے ایسی تجرید مجھے ۔ تجرید میں گویا کہ ہے تفرید مجھے

اونمیں بھی نہیں میں پیشوا ہوں جنکا
سبحہ کے امام کی ہے تقلید مجھے

ایضاً

بخشش جو تھی عدو کے دل کی بخشی
پر مجھکو گلا نہیں ہے بخشی بخشی
مجھکو بھی تو کوئی چیز بخشی آخر
سچ پوچھو جو مجھسے تو نفیسی بخشی

ایضاً

کیوں عزم چمن ہے خاطر بلبل میں
جو لٹکے ہیں پیچ کاکل سنبل میں
فریاد سنی جائے یہ امید نہیں
غنچہ کچھ پھونکتا ہے گوش گل میں

ایضاً

پھر بادۂ تند غصہ پینا ہوگا
پھر ٹکڑے جگر کے ساتھ سینا ہوگا
جینے نے یہاں کے مار ڈالا آہی
سنتے ہیں کہ پھر حشر میں جینا ہوگا

ایضاً

بیدل بہت اے دلبر عیار کیا
جب مر کے جیئے تو قصد دیدار کیا
دنیا میں نہ گل نہ مل نہ قصر وایوان
اب دیکھئے بہشت کیوں گنہگار کیا

ایضاً

باطن جسے ہم سمجھے تھے وہ ظاہر نکلا
ظاہر بھی یہاں عین مظاہر نکلا
کیسے اغیار غیر کہتے ہیں کسے
اغیار میں بھی یار ہی آخر نکلا

ایضاً

کیا جانتے تھے بعد فنا کیا ہوگا
طول شب تار گور اتنا ہوگا
اب روز قیامت کی درازی کیسی
کیا رات بڑھیگی دن نہ چھوٹا ہوگا

ایضاً

ہم تشنۂ وفا سے بیوفا تک پہونچے
زائل جو ہوئی تو دی خدا تک پہونچے

ہاں عین وطن ہو جب سفر موج کی طرح | کیونکر نہ کوئی حد فنا تک پہونچے

ایضاً

ارباب محبت بھی غضب کرتے ہیں | ہر دم دم مرگ جیتے جی بھرتے ہیں
کہتا وہ کسی سے نزع میں آسی کا | کیوں اب تو غلط نہیں کہ ہم مرتے ہیں

ایضاً

دعوے وفا میں کوئی سچا نہ ملا | جو کوئی ملا غرض سے گویا نہ ملا
دشمن سے بھی اپنے کی محبت میں نے | پر کوئی مرا چاہنے والا نہ ملا

ایضاً

کامل جو ہوئی طلب تو کیا کیا نہ ملا | کیوں کوئی کہے کسیکو ڈھونڈا نہ ملا
میں ہوں کہ جو کوئی ڈھونڈے پہلو میں ہوں | پر کوئی مجھے ڈھونڈنے والا نہ ملا

ایضاً

چہرہ ہے کہ جان عالم وحدت ہے | جلوا ہے کہ برق خرمن کثرت ہے
محفل بازار یا کوئی میلا ہو | تم مجھکو جہاں ملو وہی خلوت ہے

ایضاً

وحدت جسے کہتے ہو وہی کثرت ہے | کثرت جسے سمجھے ہو وہی وحدت ہے
واصل ہے نہ موصول نہ گنجائش وصل | محفل ہے نہ خلوت ہے عجب صحبت ہے

ایضاً

کیا نیستی ہست نما کی ہستی | دھوکے سے بھری ہے ماسوا کی ہستی
آسی اس دھوکے میں نہ آنا ہرگز | ہستی ہے اگر تو بس خدا کی ہستی

ایضاً

سرمایۂ ناز بے نیازی تیری | سامان مراد چارہ سازی تیری

دل سا ویران گھر بسایا تو نے
اللہ اللہ دلنوازی تیری

ایضاً

راہی بھی ادھر سے ہو کے جو جاتا ہے
کیا کیا مرے رونے پر وہ رو جاتا ہے
ایسے رونے میں کیا تجھے خط لکھوں
روتے روتے تمام دھو جاتا ہے

ایضاً

نیکی کرتا ہوں میں بدوں سے بیہم
پہونچے جو ستم کوئی تو سمجھوں میں کرم
آنکھیں قدموں تلے بچھاؤں آسی
پامال اگر ہوں صورت نقش قدم

ایضاً

پھر سلسلۂ یاد ہلایا تم نے
جام شوق طلب پلایا تم نے
بزم الفت میں شمع کعبہ کی طرح
اس میرے نجیف دل کو جلایا تم نے

ایضاً

میت پر میری کوئی رو جاتا ہے
کوئی یہ کہکے ہوش کھو جاتا ہے
جاگو جاگو لگی سواری در پر
جینے کو جو ہوتا ہے وہ سو جاتا ہے

ایضاً

بحر الفت کی راہ جو جاتا ہے
عزت تو قریب ڈوب جاتا ہے
پانی بھی جو آبرو تو موتی کی طرح
سوراخ جگر میں اسکے ہو جاتا ہے

ایضاً

میں نے رات ایک ماہ پیکر دیکھا
دیکھا بھی تو سینے ہی کے اندر دیکھا
سکتا ہے مجھے کس طرح نہ ہوا اے آسی
آئینے کی طرح آنکھ بھر کر دیکھا

تمت

قطعہ تاریخ طبع اوّل دیوان حضرت آسیؒ

نتیجہ فکر رسای جناب حکیم مولوی محمد اصغر صاحب شیخ پوری

پروفیسر سینٹ اینڈریوز کالج گورکھپور

روح معنی ہے یہ آسی کا کلام
آنکھیں تھیں مشتاق جسکی چھپ گیا

ہر ادا طرز بیانِ شوخ کی
دل اڑانے میں نگاہ دلربا

جانِ معنی کیوں نہو اُسکا کلام
جانِ معنی خود ہو جو سرتا بپا

کہتی ہے روح سخن ہر شعر پر
واہ وا صل علی صل علے

دل میں یہ آیا کہ کہدوں سال طبع
جانِ عشق و معرفت ہے۔ کہدیا

سنہ ۱۳۳۵ھ

فارسی مین

خوش کلامے است اہل عرفاں را
فہم معنی کنند اہل کمال

سنۂ طبع فکر کرد اصغر
جانِ فیض معارف آمد سال

سنہ ۱۳۳۵ھ
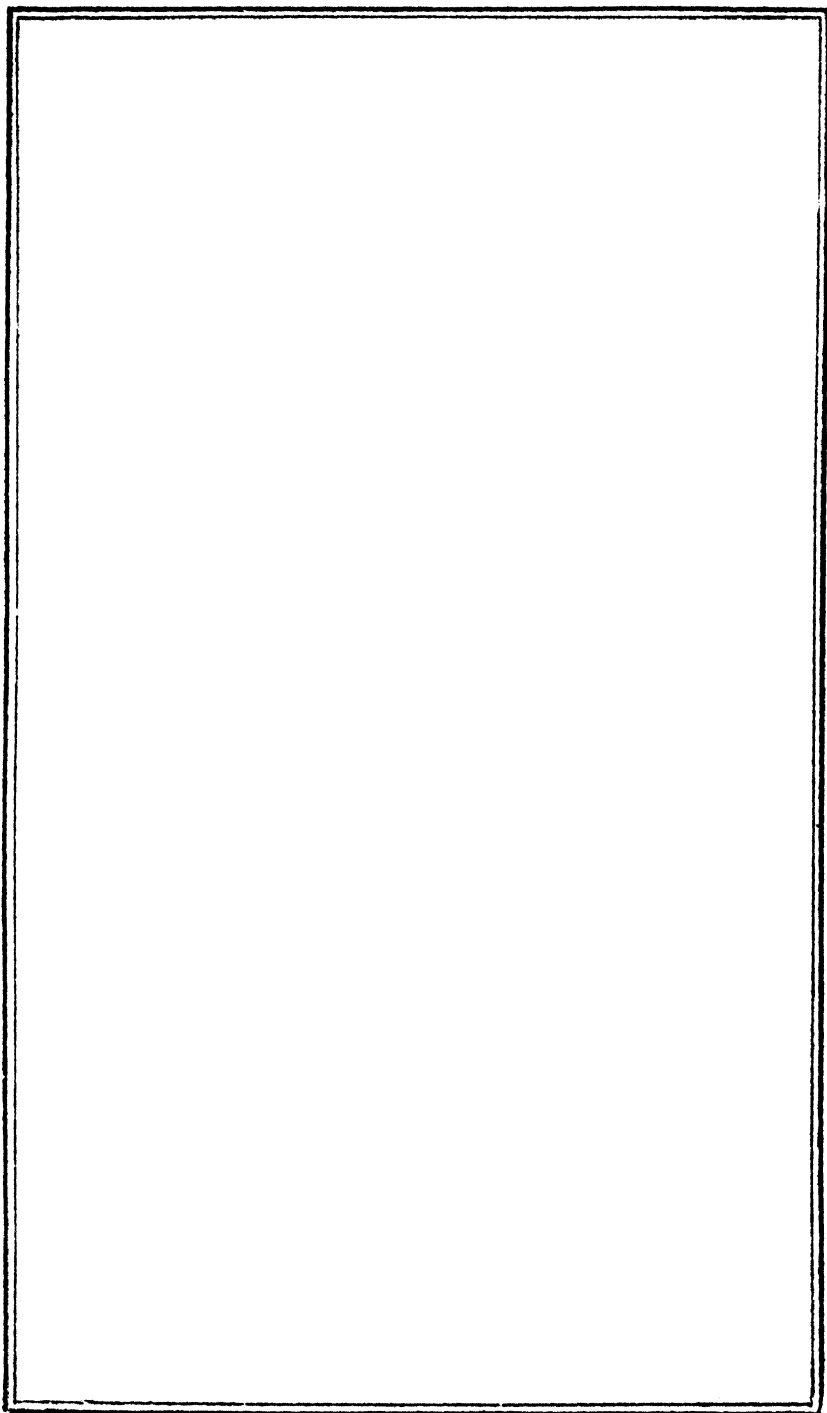
غلط نامہ کتاب دیوان آسی مسمّی بہ عین المعارف

ناظرین سے التماس ہے کہ پہلے کتاب کو دونوں غلط ناموں سے مطابق کر لیں جب پڑھیں

صفحہ	شعر	مصرع	غلط	صحیح	صفحہ	شعر	مصرع	غلط	صحیح
ٹائٹل ۲	۸	۰	پایا	پایہ	۱۷	۵	۲	بلبل	بلبلیں
۳ ,,	۲۱	۰	دیوان شائع	دیوان جلد شائع	۲۱	۱۵	۱	اوس نے عرش	اِس نے عرش کو
۴ ,,	۱۷	۰	ناسخ کے آخری زمانہ	تلامذہ ناسخ کے زمانہ	۲۳	۴	۲	سوختہ باختہ	سوختہ دل باختہ
اول صفحہ ۲	۲	۰	کلام ہے یا محض	کلام ہے بھی یا محض	,,	۹	۱	مسنون	مستون
۴	۳	۰	منتحل اشعار	منسوب اشعار	,,	۱۱	۲	یہ کب	نہ کب
,,	۷		بیشتر	پیشتر	۲۶	۱۵	۱	کچھ خیر	کچھ خبر
,,	۱۱	۰	آخری	آخری زمانہ	۲۷	۵	۲	تہ خانہ	تہ خانا
,,	۱۶	۰	یا نقص اشعار	یا نقص یا اشعار	,,	۱۰	۲	جزو کل	جزو وکل
,,	۱۷	۰	تغیر	تغیّر	۲۸	۱۱	۲	عشق بازون کا	عشق بازون کو
,,	۶	۰	ولادت تاریخ	ولادت کی تاریخ	۳۲	۴	۲	ٹہرے	ٹھیرے
۲	۴	۲	غنچہ	غنچۂ	۳۳	۲	۱	نگاہیں	نگاہ
,,	۶	۲	پیدای	پیدائی					
۳	۱۶	۲	ناطقہ	ناطقۂ	,,	,,	,,	نہیں ہیں انکی	نہیں ہے انکی
۴	۱۸	۱	زہرآبہ	زہرابہ	۳۵	۵	۱	دھوکھے	دہوکے
۷	۱۹	۱	نجان	نہ جان	۳۷	۸	۱	جگردوز وآسمان	جگردوز آسمان
۸	۱۶	۲	دشنام	دشنام	۳۸	۴	۲	مدعا	مدعاے
۱۱	۱۲	۱	جھکا ہی کسلیے	جھکائے ہی کسلیے	,,	۱۵	۲	فرمائے	فرمائیے
۱۳	۱۷	۱	فرض	قرض	,,	,,	,,	مدعا	مدعاے
۱۴	۷	۱	دل کو عاشق کو	دلِ عاشق کو	۴۰	۳	۱	نحاقت	نحافت
۱۶	۴	۱	آنسو بھی	آنسو جو	,,	۹	۲	گرتری	گر تیری

صفحہ	شعر	مصرع	غلط	صحیح	صفحہ	شعر	مصرع	غلط	صحیح
۴۰	۱۹	۱	گُشتنے	گُشتنی	۷۶	۶	۲	بیحجارب	بے حجاب
۴۱	۴	۱	حَبّہَ	حُبّہ	۷۹	۶	۱	راکھی	راہ تھی
رر	۸	۲	دھبہ	دھبا	رر	۸	۲	میزی طرح	میری طرح
رر	۱۱	۱	صبنے	صبعے	رر	۱۲	۱	نگہت جانفز	نکہتِ جانفزا
۴۴	۶	۲	سمجھتے ہو	سمجھے ہو	رر	۱۵	۲	بارت	بارے
۴۵	۱	۲	شیر بنکر	شیرین بنکر	۸۰	۵	۲	جو آب حیات	وہ جو آب حیات
رر	۱۵	۲	روزی	روزے	رر	۷	۲	اسے	اُس سے
۴۹	۴	۲	تضویر	تصویر	۸۶	۱۰	۲	ہر نقش	ہر نفس
۵۴	۱۵	۱	دغا رحم	دعا ھم	۸۹	۸	۱	جلوہ گر	جلوہ گر
۵۶	۱۳	۲	آنکھو	آنکھون	رر	۱۱	۲	آسئے	آئیے
۶۲	۷	۲	آہ واہ کی	آہ اُسنے واد کی	۹۰	۹	۱	درد	درود
۶۳	۱۰	۲	تعذیر	تعزیر	رر	۹	۲	بنکر بھی مری	بنکر وہ مری
۶۴	۲	۱	تو سنے کیا	تو نے تو کیا	۹۱	بند اول خمسہ	۴	جیناہے	جیتاہے
۶۷	۱۷	۱	پھر	پر	رر	رر ۲	۱	قدرم	قدم
۶۸	۱	۱	آئی اے شبنم	آئی تھی اے شبنم	۹۳	بند اول خمسہ	۵	دست نروانی	دست یزدانی
۷۱	۸	۱	لڑائی	ملائی	رر	بند دوم	۱	شالیئے	شاسنے
۷۲	۱۹	۲	وھی	وہ سبے	رر	بند پنجم	۱	ہنور	بنور
۷۳	۱۸	۲	مصرعہ	مصرع	۹۴	بند پنجم مثلث	۲	نین ہین مان	نشین مان
۷۴	۷	۱	اشتیاق غم مجھے	اشتیاق ہم مجھے	رر	رر ۶	۲	اچھرمین	اچھربن
رر	۲۰	۱	دبدم	دمبدم	۹۵	خمسہ بند اول	۲	پہاسئے	لبہاسئے
۷۵	۸	۱	ہر صورت مین	ہر شئے مین ہے	۹۶	بند پنجم	۱	زلف پیچان	زلف حوران
۷۶	۲	۱	نقش چشم پا	چشم نقش پا	رر	رر	۳	رقیب بستان	حریف لبستان

صفحہ	شعر	مصرع	غلط	صحیح				
۹۷	بند ہفتم	۴	پہا	پھایا				
۹۹	؍؍	۱	لے لے کہہ	لے لیکے کہہ				
۱۰۰	بند سوم	۲	مایۂ جان شۂ عشق	مایۂ جان نشۂ عشق				
؍؍	؍؍	۵	دیکھا خمیارہ	دیکھ خمیازہ				
؍؍	چہارم	۲	دم دلے	دم سے لے				
؍؍	پنجم	۲	کیا گورا	کیا گوارا				
۱۰۱	بند آخر	چہارم	صفائی	صفائے				
۱۰۳	۲	۱	حد بار و محبت	حد یار و صحبت				
۱۰۴	سطر اول	ثانی	رگائی ہے	لگائی ہے				
؍؍	۷	۱	کمر کے	کمر کا				
۱۰۶	۱	۲	منافبت ہمال	مناقب ست آہمال				
۱۰۸	۸	۱	کہ تو دلبر ہے	تو وہ دلبر ہے				
۱۰۹	۴	۲	اِس	اوس				
؍؍	۱۰	۱	باز آؤ دم عشق کے اب بھرنے سے	باز آؤ بھی عاشقی کا دم بھرنے سے				
۱۱۰	۴	۲	راہ دنقش پا	رہ کہ نقش پا				
۱۱۱	۱۰	۲	آب وگُل	آب وگِل				
۱۱۱	۱۱	۴	غنچے	غنچون				
۱۱۲	۱۳	۱	ہر جبند	ہر چنید				
۱۱۳	۱۲	۱	راہ رسم	راہ ورسم				
۱۱۷	۱	۱	ہان مین وطن	ہان چین وطن				
۱۱۸	۲	۱	ایدھر	اِدھر				

صرف غلط نامہ ہذا اعزناہ عام پریس گورکھپور" میں چھپا

غلط نامہ کتاب دیوان آسی مسمّٰی بہ عین المعارف

صفحہ	سطر	مصرع	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	مصرع	غلط	صحیح
۲	۲		معذرت		۱۵	۷	۲	نمنائی	تمنائی
۳	۱۰		رہنے والے لفظ صحیح	رہنے والے ہی لفظ صحیح	۱۸	۵	۱	چاہتا تہا	چاہتا تھا
〃	۱۳		!	یا	〃	۱۱	۱	عرفا سے پوچھو	عرفا جانتے ہیں
دیوان ۲	۴	۲	پیدائی	پیدائی	〃	۱۲	۱	عاقبت میں	عاقبت ہیں
۳	۱۰	۱	خونچگاں	خونچکاں	۱۹	۱	۲	ناکارہ	ناکارا
۴	۱۳	۲	تیر چاک	غیر چاک	۲۰	۴	۱	حاصل	حائل
۵	۱۰	۱	کوکب	کوکبہ	〃	۷	۱	آئی	آیا
۶	۱۹	۱	ہل جل	ہل چل	〃	۱۷	۱	بہاں	جہاں
۷	۲	۲	جکا	چکا	۲۱	۱۱	۲	منت و سقف	منت سقف
〃	۳	۱	بر	پر	۲۳	۱۱	۲	یہ	نہ
۷	۹	۲	ربیم	رہیم	۲۴	۱۷	۱	اسکا	اوسکا
۷	۱۱	۱	غرض	فرض	۲۵	۷	۱	منضور	منصور
۷	۱۵	۲	دعوے	دعویٰ	۲۶	۸	۱	فتا	فنا
۸	۷	۱	نذاق	مذاق	۲۷	۳	۱	بزمردہ	پژمردہ
۸	۱۰	۱	دام	دوام	۲۷	۷ سے ۸ تک	۱ و ۲	صطفا	مصطفا
۹	۲	۲	حمایل	حمائل	۲۸	۱ سے ۵ تک	۲	〃	〃
۱۲	۳	۱	رقت سے [illegible]	رقت سے وقت رخصت	۲۸	۲	۱	دردں	درون
۱۳	۱۱	۱	بار خیال	بارے خیال	〃	〃	۲	محو	صحو
〃	۱۴	۲	ذور	دور	〃	۱۱	۲	کا	کو
۱۵	۳	۱	رائیں	رائیں	〃	۱۹	۱	واہ واہ	واہ وا
〃	۶	۱	تہا حاصل	حاصل تہا	۲۹	۱۱	۲	فی	نفی

صفحہ	سطر	مصرع	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	مصرع	غلط	صحیح
۳۱	۸	۲	صبو	سبو	۴۸	۱۰	۱	انکے	اونکے
//	۱۰	۱	محمد	محمدؐ	۴۹	۵	۲	دل بگڑے	دلکو بگڑے
//	۱۷	۱	لمین آسی	الہی	//	۷	۱	~~[illegible]~~	~~[illegible]~~
//	۸	۲	آنکھوں	جب آنکھوں تک	۵۱	۴	۲	لیلی	لیلا
۳۲	۶	۱	حکیم کیسی	جحیم کیسا	//	۶	۱	بنی	نبی
//	۱۴	۱	کہ	جو	//	۱۲	۱	ہتاؤ	بتاؤ
۳۵	۱	۲	نالے شرر	نالے ہیں شرر	۵۱	۱۶	۲	خفر	خضر
//	۹	۲	لات	لذت	۵۳	۹	۲	بتایا ہمکو	بتاسیا ہمکو
۳۶	۸	۲	غمزاسے	غمخاسے	//	۱۶	۱	لاغری نہیں	لاغری میں
۳۷	۱۸	۲	گل	دل	۵۵	۱	۲	ہوتے ہوئے	ہوتے ہوئے
۳۸	۱۵	۲	مدعار	مدعاسے	۵۶	۳	۲	سودائی کا	سودائی کو
۳۹	۳	۱	کعبہ ہے	کعبہ رہے	۵۷	۴	۲	یرنم	پرنم
//	۵	۲	قدموں سے الخ	پھیلا ہے کیا نور مقدم صلے اللہ علیہ وسلم	۵۸	۱۴	۱	بلاسے	بلاسے
//	۶	۲	پھیلا ہے کیا الخ	قدموں سے ہوگئے دیدہ نجم صلے اللہ علیہ وسلم	۶۱	۲	۱	کیطرف دل	طرف دل
//	۱۳	۱	بتا	بتا	۶۲	۷	۲	آہ واہ کی	اُسنے واہ کی
//	۱۵	۲	کفر دیں	کفر و دیں	//	۹	۱	بس سنلوک	بس سلوک
۴۰	۴	۱	اسی	اوسی	۶۴	۱۰	۱	تراشک	تراشک لے
//	۱۸	۲	زرح	زرخ	//	۱۴	۱	بیٹے غیر	بیٹے غیر
//	۱۹	۲	انکی	اونکی	۶۷	۶	۱	بڑگئی	پڑگئی
//	۲۰	۱	~~ڈونگا~~	~~دنگا~~	//	۱۰	۱	واہ واہ	واہ وا
۴۱	۱۷	۱	جھوٹھ	جھوٹ	۷۰	۷	۱	کل	گل
۴۳	۳	۱	دکھیان	دھیان	۷۲	۹	۱	ہم تو معدوم	ہم تو ہیں معدوم
//	۱۴	۱	دیدہ ہے	دیدہ ہے	//	۱۱	۱	سمع بصر	سمع و بصر

صفحہ	سطر	مصرع	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	مصرع	غلط	صحیح
۸۱	۶	۱	دوار	دیدار	۹۳	۲	+	بزدالی	یزدالی
۸۲	۲	۱	بہک	بہکے	〃	۱۰	۱	بما	ہما
〃	۸	۲	بکیاں	میکشان	〃	〃	۲	جو خواہی	چو خواہید
۸۳	۷	۲	سطرہ	قطرہ	〃	۱۵	۲	ہواو حرص	ہواو حرص
〃	۱۴	۲	کیا	کیا	〃	۱۹	۲	قدوسیاں	قدسیاں
۸۵	۱۱	۱	ہم زباں	ہم نسباں	۹۴	۱۰	۲	جن نینن میاں پیو	جن نینن میں پیو
〃	۱۵	۱	نگہت	نکہت	〃	۱۲	۲	میں	بن
〃	۱۹	۲	بس	بیس	〃	۱۲	۱	پیا	پیارے
۸۶	۱	۱	رکھنے سے تھے	رکھنے تھے	〃	〃	۲	دیکھیں دوں	دیکھے دوں
〃	۱۰	۲	نقش	نفس	۹۵	۱۱	۲	پپہارے	لبہارے
〃	۱۲	۱	جل	جلی	۹۶	۱۴	۱	رقیب	حریف
۸۹	۳	۱	سد ں	سب میں	۹۷	۸	۱	آسی نے نشان	آسی بے نشان
〃	۵	۲	دسعت	وسعت	〃	۱۸		~~ضدلبوں~~	~~آنکھوں~~
〃	۹	۱	نقوس میں	تصویر سے	۱۰۵	۲۱	۱	وکالتش	دکالنقش
〃	۱۰	۱	تبا	بنا	۱۰۶	۱	۲	~~ہال~~	~~تنقیح طلب است~~
〃	۱۲	۱	کہ	کرم	۱۰۷	۱۰	۱	اسکی	اوسکی
〃	۱۳	۲	کچھ لو	کچھ تو	〃	۱۳	۲	۱۸۶۹ء	۱۸۵۵ء
〃	۱۴	۱	جھپتا	جھپتا	۱۰۸	۱	۱	سیو	سمو
۹۰	۱۲	۲	ئے	مئے	〃	۳	۲	×	۱۲۷۸
۹۱	۲	۱	حیوان	حیوان	۱۰۹	۴	۲	اس	اوس
〃	۱۱	۲	جینا	جیتا	۱۱۰	۲۱	۱	نزی	تری
۹۳	۱۴	۲	نالہ	نامہ	۱۱۱	۱۰	۲	گلُ	گل

صفحہ	سطر	مصرع	غلط	صحیح
۱۱۱	۱۴	۲	فشانی	افشانی
۱۱۲	۱۰	۲	فنا	فنا
"	۱۱	۲	اوٹھایا	اوٹھایا مٹایا
۱۱۳	۱۲	۱	راہ رسم	رہ و رسم
۱۱۵	۱۱	۱	ان کو	اون کو
۱۱۶	۱۰	۱	ہم سمجھے تو وہ خط نکلا	ہم سمجھے تھے خط نکلا
۱۱۷	۱	۱	میں	عین

کتب بھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔